

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيبِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
الْأَمِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَعِزَّتِهِ بِمَدَدِ كُلِّ مَقْلُومٍ لَكَ وَبِعَدَدِ خَلْقِكَ وَرِضَى نَفْسِكَ وَ
رِزْقِ عَرْشِكَ وَمَدَدِ كُلِّ بَائِسٍ أَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَشْرَبُ إِلَيْهِ

اشعار

ناشر

مکتبہ صابریہ شیش محل روڈ لاہور
حاجی محمد بشیر انبالوی

حامداً و مصلياً



بسم

پاک و ہند کے اسلامی عہد حکومت کے محکمہ پبلک رک یعنی مدرسوں کتب خانوں
ثقافت خانوں بیٹکوں سرائوں نہروں تالابوں بیٹوں سنگ خانوں خیر اتھانوں
وغیرہ کے حالات علاوہ مسلمان بادشاہوں کی علمی فیاضیت کے حالات بھی مندرج ہیں
مؤلف

فلاس محمد سعید احمد مارہروی مؤلف حیات صالح و حیات خسرو امرتہ ہندو وغیرہ

۳۲۲ھ ہجری نبوی

مطبع عزیز میاں گڑھ میں یاہ تمام منشیں عبدالغفر خان چنبی

مکتبہ صبا بریل حاجی محمد بشیر انبالوی

چشم حقوق محفوظ

حاجے محمد بشیر انبالوی

ناشر : شیش محل روڈ لاہور

تعدادی : گیارہ سو 1100

طبع دوم پاکستان سال 1981ء مارچ

مطبع : المطبعۃ العربیۃ

۳۵ لکے روڈ لاہور

قیمت :

ملنے کا پتہ : سجانے اکبر محل اردو بازار لاہور

نذیر سنن اردو بازار لاہور

مکتبہ صابرید شیش محل روڈ لاہور

پاکستان

بسم عباس قادری رضوی
فہرست کتب
تالیف کتاب نمبر

بسم عباس قادری رضوی
فہرست کتب
تالیف کتاب نمبر

بیاض خاطر

برادر عزیز میان محمد بشیر احمد سب انسپکٹر ضلع ہیر پور

مین اپنی اس دلی محبت سے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اس ناچیز

کتاب کو جو تمہاری فرمائش پر تالیف کی گئی ہے تمہارے نام

پیر نامزد کر کے امید کرتا ہوں کہ اپنے بہائی کے اس حقیر ہدیہ کو

قبول کر دے۔

محمد سعید احمد

طبع فی
المطبعة العزیزیت

۳۰۔ یکم ذی القعدة ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء لاہور (پاکستان)



الحمد لله رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دنیا کی باتوں میں ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ جو بات ایک زمانہ میں سرمایہ فخر و ناز سمجھی جاتی ہے۔ وہی دوسرے زمانہ میں سب سے زیادہ بُری خیال کی جاتی ہے۔ جب کسی قوم کا اقبال یا ور ہوتا ہے۔ اس کی بُری باتیں بھلی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور اوبار کے زمانہ میں اُس کے اوصاف حمیدہ اور فضائل پسندیدہ میں ہی ذم کے پہلو نکل آتے ہیں۔ غرض کہ زمانہ کو ایک پہلو پر قرار نہیں ہے۔ ہر گز بُری منقلب زمانہ ہے۔ یہ ہی دنیا کا کارخانہ ہے۔ قدیم زمانہ میں دولت و عظمت حاصل کرنے کا ذریعہ تلوار سمجھی جاتی تھی۔ اور ہر سلطنت کی قوت و شوکت۔ اقبال و اوبار کا اندازہ ہمیشہ فتوحات ملکی اور فوجی طاقت سے کیا جاتا تھا اسی وجہ سے اس زمانہ کے مورخوں کی توجہ زیادہ تر فتوحات ملکی اور غارت جگہیوں اور لڑائی بھڑائی کے واقعات کی جانب رہتی تھی۔ اور انہوں نے اُس زمانہ کے مذاق اور قبول عام کی بنا پر اپنی تاریخوں کے ہزاروں صفحے ان واقعات سے بھر دیے ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ تاریخی

مذاق بالکل بدل گیا ہے لہذا ان مغرضوں کی تاریخوں پر سخت شک و شبہ کی جاتی ہے۔ اور
اون کی کوشش اور سعی اور عرق بیزی سے چشم پوشی کر کے اون کی تحریروں کی ہنسی اڑائی
جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کے تاریخی مذاق کے مطابق قدیم مغرضوں نے تہذیب و
تمدن کے بیان میں اس قدر کوتاہی کی ہے کہ اسلامی حکومتوں کے سیکڑوں ہزاروں عجیب
وغریب کارنامے آج گوشہ گنہامی میں ہیں۔ اور تفصیلی طور سے کسی بات کا پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر
درق گردانی سے کچھ توڑا بہت پتہ چلتا ہی ہے۔ تو اس سے عام لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔
یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اکثر کارناموں سے صاف انکار کیا جاتا ہے چنانچہ ایک
دن جلسہ احباب میں ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے طرز حکومت اور انتظامات ملکی
کے بیان میں محکمہ پبلک ورک یعنی منافع عامہ کا ذکر آگیا۔ اس پر ایک دوست نے جو انگریزی
میں فیضیلت کی ڈگری (ایم۔ اے) حاصل کر چکے ہیں اپنے نزدیک نہایت وثوق کے ساتھ
بیان کیا کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں اس محکمہ کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ اور ہندوستان کے
مسلمان بادشاہوں کو رفاہ عام کے کاموں کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ کسی نے رعایا کی
تعلیم و تربیت کا بند دہست کیا۔ نہ ملک میں کوئی مدرسہ۔ شفا خانہ۔ محتاج خانہ وغیرہ کسی نے
قائم کیا۔ میں نے جواب دیا کہ ہندوستان کے بادشاہوں کے رفاہ عام کے کاموں سے انکار
کرنا چنانچہ پر خاک ڈالنا ہے۔ اوروں نے بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیے۔ جن کی اکثر
زندہ مثالیں ہندوستان میں اس وقت تک موجود ہیں۔ اگر کوئی امیر کبیر اس کی تحقیقات کرنا
چاہے تو مختلف تاریخوں نے شمار چھوٹے چھوٹے نوشتوں۔ اوکیتوں اور دیگر کتابوں سے ایسے
حالات بہم پہنچ سکتے ہیں کہ جن سے اس عہد کے محکمہ پبلک ورک کی نہایت مفصل تاریخ

تیار ہو سکتی ہے۔ البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کل اسلامی عہد میں اس زمانہ کا سا
باقاعدہ اور مسلسل انتظام نہ تھا۔ لیکن یہ شخص حکومت کی خرابی کا نتیجہ تھا کیونکہ شخصی حکومت
میں لایق اور بادشاہوں کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بعد لایق اور نیک قائم مقام مقرر
کریں۔ پس اکثر ان کے مرتبے کے ساتھ ہی ان کے تمام انتظامات کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔
اس تقریر کے بعد میرے برادر عزیز میاں بشیر احمد سلمہ نے مجھ سے خواہش ظاہر کی
کہ میں اس بیان میں ایک رسالہ قلمبند کروں۔ لیکن چونکہ یہ کام نہایت وقت طلب اور میرے
امکان سے باہر تھا لہذا میں نے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ اس مضمون کو نہایت مفصل اور
وسیع ہونا چاہئے اور کافی تاریخی ذخیرے کے علاوہ تمام ہندوستان میں مقامی تحقیقات کی
ضرورت ہے۔ اس پر برادر عزیز نے عربی کے مشہور مقولہ۔ ماکا یدلک ماکا یدلک ماکا یدلک
کی بنا پر اصرار کیا کہ جب اس بیان میں کوئی رسالہ اس وقت تک موجود نہیں ہے تو کیا
وجہ ہے کہ بڑا بھلا جیسا ممکن ہو لکھ کر آئندہ کی واسطے نظیر قائم کی جاوے۔ کیا عجب ہو
کہ اس کو دیکھ کر کسی صاحبِ مقدور کو شوق پیدا ہوا اور وہ تمام ہندوستان میں تحقیقات
کر کر اس مضمون پر ایک بکس تاریخ تیار کرادے۔ چونکہ یہ بات لگتی ہوئی تھی۔ اور برادر عزیز
کی خاطر ہی منظور تھی لہذا کتابِ امرا سے ہندو کے شتم کرنے کے بعد خدا پر ہر دوسرے کر کے
اس کام کو شروع کر دیا۔ اور آج اسی کے فضل و کرم سے یہ کام اختتام کو پہنچا۔

شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا

برہنہ تھانے سمت خود کامراں شدم

اب مجھے سوائے اس کے کچھ کہنا نہیں کہ یہ کام میری استعداد علمی اور تاریخی واقفیت سے
بہت زیادہ تھا۔ میں نے بہت کوشش سے مختلف تاریخوں کی درق گردانی کی۔

مقامی حالات دریافت کرنے کے واسطے بہت سے خطوط لکھے اکثر سفر کئے مگر اس پر بھی خواہش اور طبیعت کے موافق ذخیرہ مہیا نہ ہو سکا پس ناظرین سے بعد بجز التماس ہے کہ جو کچھ فروگذاشت ہو اس کو دامن غفویں چھپا کر ازراہ ہمدردی مطلع فرمائیں تاکہ طبع ثانی میں اس کی اصلاح کر دیا وے۔

خاکسار

محمد سعید احمد مولف حیات صالح و
حیات خسرو۔ دامن غفویں ہندو ساکن قصبہ
مارہو ضلع ایٹہ۔
مالک تھمہ اگرہ وادہ

۱۹۰۵ء
۱۳ محرم ۱۳۲۳ ہجری نبوی مطابق ۲۰ مارچ
یوم دوشنبہ

خاص خاص کتابوں کی فہرست جسے یہ کتاب بخود ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان
۱	اکبر نامہ	علامہ ابوالفضل	فارسی
۲	آئین الکبری	ایضاً	"
۳	منتخب اللباب	محمد ہاشم خاں (دخانی خاں)	"
۴	منتخب التواریخ	علامہ عبدالقادر بدایونی	"
۵	بادشاہ نامہ	علامہ عبدالحمید لاسہوری	"
۶	توزک جہانگیری	جہانگیر	"
۷	عالمگیر نامہ	محمد کاظم و محمد ساقی	"
۸	سیر المتاخرین	میر غلام حسین	"
۹	تاریخ فرشتہ	علامہ محمد قاسم فرشتہ	"
۱۰	تاریخ نگارہ قلمی	منشی سبیل چند	"
۱۱	گل رحمت (قلمی)	محمد سعادت یار خاں	"
۱۲	خزائن عامرہ	میر غلام علی آزاد بلگرامی	"
۱۳	رقعات عالمگیری	عالمگیر	"
۱۴	مفتاح التواریخ	ٹامس ولیم ہیل صاحب	"
۱۵	تاریخ دکن جلد دوم	مولوی عبدالغفور رام پوری	اردو
۱۶	ایضاً جلد سوم	ایضاً	"

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان
۱۷	ترجمہ سقز تاملین بطوطا	مترجمہ نواز علی خاں	اُردو
۱۸	تاریخ ہند	شمس العلامین بہادر ذکار اللہ خاں	"
۱۹	ترجمہ سفر نامہ ڈاکٹر برنیر	خلیفہ محمد حسین	"
۲۰	رسائل شبلی	شمس العلامین مولانا محمد شبلی نعمانی	"
۲۱	دربار اکبری	شمس العلامین مولوی محمد حسین آزاد	"
۲۲	ترجمہ تاریخ فرخ آباد	مستر ولیم - آرون صاحب	"
۲۳	ترک افغانی نادر شاہ ہجراتی	محمد عباس	"
۲۴	تذکرۃ الاولیاء	مولوی رضی الدین صدیقی قریشی	"
۲۵	سوانح عمری بابر بادشاہ	مولوی حبیب الرحمن صاحب شروانی	"
۲۶	حیات زیب النساء	منشی محمد دین	"
۲۷	المشاہیر	حکیم فیض احمد ماہروی	"
۲۸	حیات صالح	مولف آثار خیر	"
۲۹	حیات خسرو	ایضاً	"

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	ہندوؤں کا فارسی پڑھنا۔	۹	۱	یابول	
"	علما احمد سکندری۔	۱۰	"	سر شری تعلیم علی فیاضیاں	
۲۰	رقیہ منظور سلطان سکندر	۱۱	"	مدرسے کتب خانے	
"	لودی بنام مولانا شیخ جمالی۔	"	۱۲	مدرسہ محمد نجیہ خلیجی	۱۳
۲۲	خیر شاہ سورا اور سلیم شاہ سورا	۱۲	"	مدرسہ مولانا قطب الدین	۲
"	کی علمی فیاضیاں۔	"	"	کاشانی۔	"
۲۳	شاہاں بہمنیہ کی علمی فیاضیاں	۱۳	۱۵	غلاموں کے خاندان کی	۳
"	خواجہ حافظہ کا دکن میں	۱۴	"	علی فیاضیاں	"
"	۲۴ کا قصہ کرنا۔	"	۱۶	دہلی کا مدرسہ معزیہ	۴
۲۴	فیروز شاہ بہمنی کا طالع	۱۵	"	غلاموں کے عہد کوڑے	۵
"	کو درس دینا	"	"	بڑے فضل۔	"
۲۵	ملک التجار محمود کا وکیل وزیر	۱۶	"	خلیجوں کے عہد کی علمی	۶
"	سلطان محمد شاہ بہمنی کی	"	"	فیاضیاں	"
"	علی فیاضی۔	۱۸	"	فیروز شاہ تغلق کے مدرسے	۷
۲۶	مدرسہ ملک التجار محمود کا وکیل	۱۷	"	سلطان سکندر لودی کی	۸
۲۷	فضلائے عہد بہمنیہ	۱۸	"	علی فیاضیاں	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	اسمعیل عادل شاہ کی علمی فیاضی۔	۲۹	۳۲	سلطان مظفر شاہ گجراتی کی علمی فیاضی۔	۳۳
۲۰	محمد عادل شاہ کے عہد کے مدارس۔	۳۰	۳۳	شاہ غیاث الدین والہی بنگالہ کی علمی فیاضی۔	۳۳
۲۱	برہان نظام شاہ کا مدرسہ	۳۱	۳۴	سیلانی کرانی	۳۴
۲۲	مدرسہ بغداد احمد نگر۔	۳۲	۳۵	دارالعلوم جونپور۔	۳۵
۲۳	ابراہیم قطب شاہ کا مدرسہ	۳۳	۳۶	سلطان زین العابدین والہی کشمیر کی علمی فیاضی	۳۶
۲۴	سلطان محمد قلی قطب شاہ کے مدارس	۳۴	۳۷	نصیر خاں فاروقی۔	۳۷
۲۵	شیخ محمد خاتون کی علمی قدردانی۔	۳۵	۳۸	ظہیر الدین محمد بابر شاہ اور اس کے عہد کے علما	۳۸
۲۶	سید احمد کی علمی قدردانی	۳۶	۳۹	ہمایوں	۳۹
۲۷	سلطان محمود خلجی والہی مانند اور علمی یادگاریں	۳۷	۴۰	اکبر اعظم	۴۰
۲۸	مدرسہ اربعین	۳۸	۴۱	تصانیف عہد اکبری	۴۱
۲۹	مدرسہ مانندو	۳۹	۴۲	علما کے عہد کے مدارس	۴۲
۳۰	مدرسہ سازنگ پور	۴۰	۴۳	مدرسہ فتح پور	۴۳
۳۱	مدرسہ ظفر آباد	۴۱	۴۴	جہانگیر کی علمی قدردانی	۴۴

۲۴	قرآن شریف کا فارسی میں ترجمہ ہونا۔	۲۴	۵۹	زیبا التفاسیر	۵۹
۲۵	علما کے عہد جہانگیری	۲۵	۶۰	اکبر آبادی بیگم اور ان کا مدرسہ	۶۰
۲۸	شاہجہاں کے عہد کی علمی فیاضیاں	۲۸	۶۱	ہندوستان کے دیگر مدارس کی فہرست۔	۵۲
۲۹	علما کے عہد شاہجہانی	۲۹	۶۲	ہندوستان کے مشہور مدرسوں کی فہرست۔	۵۳
۵۰	عالمگیر اور فتاویٰ عالمگیری	۵۰	۶۳	ہندوستان کے کتب خانے	۵۴
۵۱	عالمگیر کے ہاتھ کو لکھے ہوئے قرآن شریف	۵۱	۶۴	فیروز شاہ تغلق کا کتب خانہ	۵۵
۵۲	علما کے عہد عالمگیری	۵۲	۶۵	غازی خاں کا کتب خانہ	۵۶
۵۳	خواتین مغلیہ کی علمی فیاضیاں۔	۵۳	۶۶	اعتماد خاں گجراتی کا کتب خانہ	۵۷
۵۴	مدرسہ ماجہ بیگم دہلی	۵۴	۶۷	سلاطین مغلیہ کا کتب خانہ	۵۸
۵۵	گلبدن بیگم اور ہمایوں نا	۵۵	۶۸	فیضی کا کتب خانہ	۵۹
۵۶	جہاں آرا بیگم اور کتاب موتی الارواح	۵۶	باب دوم محکمہ طب اور شفا خانے		
۵۷	آگرہ کی جامع مسجد کا مدرسہ	۵۷			
۵۸	زیبا النساء بیگم اور اس کا کتب خانہ	۵۸	۶۹	محکمہ طب اور شفا خانے	۶۰
			۷۰	محمد شاہ تغلق کے عہد کے شفا خانے۔	۷۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۱	فیروز شاہ تغلق کے عہد کے شفا خانے۔	۸۸	۹۵	طیب ملازمین کی فہرست	۸۵
۷۲	احمد آباد بیک کا شفا خانہ	"	۹۶	حوض حکیم علی واقع لاہور	۸۵
۷۳	مانڈو کا شفا خانہ	"	"	واقع الکوہ	۸۶
۷۴	امر گڑھ بیک کی کتاب	"	باب سوم		
۷۵	کافاری میں رجب ہونا۔	"			
۷۶	کتاب سالوڑ کا ترجمہ۔	"	۹۷	سڑکیں۔ سرائیں۔ نہریں	۸۶
۷۷	بھاگ نگر کا شفا خانہ	"	۹۸	پل تالاب ساہیوال وغیرہ	۸۷
۷۸	سلاطین مغلیہ کے عہد کے شفا خانے۔	۹۰	۱۰۷	تالاب شمس الدین امتش۔	۱۰۷
۷۹	آگرہ کے شفا خانے	۹۱	"	محمد شاہ تغلق کے عہد کی سڑکیں	۸۸
۸۰	جہانگیر کا حکم شفا خانوں کی نسبت۔	"	۱۰۸	فیروز شاہ تغلق کے عہد کی نہریں اور تالاب وغیرہ۔	۸۹
۸۱	شفا خانہ دہلی۔	۹۲	"	گہریال	۹۰
۸۲	شفا خانہ سورت۔	"	"	شیر شاہ کی سڑکیں اور سرائیں	۹۱
۸۳	احمد آباد بیک کے شفا خانہ	۹۳	۱۱۰	سلیم شاہ کی سرائیں	۹۲
۸۴	آٹادہ کا شفا خانہ۔	"	"	سلاطین مغلیہ کے عہد کے رفاہ عام کے کام	۹۳
۸۵	سلطنت مغلیہ کے نامور	۹۴	۱۱۱	پل جونپور۔	۹۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۵	سر کے نور محل	۱۱۵	۱۲۱	خیر پورہ۔ دھرم پورہ	۹۷
۸۶	جہاں آرا بیگم کی کاروان سہرا	"	"	جونی پورہ۔	"
۸۷	فرمانروایاں صوبہ مالوہ کی رفاہ عام کی محارتیں۔	۱۱۶	۹۸	جہانگیر کے عہد کے لنگر خانے	"
۸۸	محمد عادل شاہ کی نہر	۱۱۷	۹۹	نقطہ ہجرات دوکن اور لنگر خانے۔	۱۲۲
۸۹	کشمیر کی نہریں اور پل	۱۱۸	"	نقطہ پنجاب	"
۹۰	نال کا کریم	"	۱۰۰	عالمگیر کے عہد کے لنگر خانے۔	"
۹۱	فرخ آباد کی سرائیں۔	"	۱۰۱	رستم آباد کی خیرات	۱۲۳
۹۲	خدا گنج اور یاقوت گنج کی سرائیں۔	"	۱۰۲	انوپ تارا کی خیرات	"
۹۳	دایم خاں کا پل اور باولی	۱۱۹	۱۰۳	جہانگیر کی خیرات	۱۲۴
۹۴	حکیم مدعی علی خاں کے پل اور سرائیں۔	"	۱۰۴	شاہ جہاں کی خیرات	۱۲۵
۹۵	باب چہارم		۱۰۵	عالمگیر کی خیرات	"
۹۶	لنگر خانے اور خیرات خانہ		۱۰۶	داؤد شاہ بھٹی کو فیروز شاہ کا دایم خانہ	۱۲۶
۹۷	شیر شاہ سور کے لنگر خانہ	۱۲۰	۱۰۷	برہان نظام شاہ کا لنگر خانہ	"
۹۸	سلیم شاہ سور کے لنگر خانہ	۱۲۱	۱۱۰	ابراہیم قطب شاہ کا لنگر خانہ	"
۹۹	شاہاں مالوہ کے لنگر خانے	"	۱۱۱	محمد عادل شاہ کے لنگر خانے	"



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

باب اول

شیرتہ تعلیم علمی فیاضی - مدرسے کتب خانے

مسلمانوں کے اقبال کے زمانہ میں جس طرح کہ دیگر ممالک اسلامیہ علمی یادگاروں سے معمور تھے اسی طرح ہندوستان بھی علمی فیاضیوں سے جنت نشین ہو رہا تھا آج اگر ہندوستان کو مسلمان بادشاہ اور امیروں کی علمی فیاضیوں کے مفصل حالات قلمبند کئے جائیں تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے اس زمانہ کے ایک ہندو مورخ نے اپنی جدید تالیف میں نہ صرف ان باتوں کو قلم انداز کر دیا ہے بلکہ ان مسلمان بادشاہوں پر الزام لگایا ہے کہ مسلمانوں کے وقت میں مدرسہ جات اور کتب بہت تھے مگر سرکار وقت کی طرف سے کوئی امداد ان کی نہیں ہوتی تھی۔

۱۵ - ہندوستان گذشتہ حال مطبوعہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۴۴۰

نعمت ہے کہ فاضل مورخ نے ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی علمی قدردانی سے جس کے ثبوت میں ہزاروں مستند تاریخی شہادتیں موجود ہیں صاف انکار کیا ہے حالانکہ ان بادشاہوں نے عام علمی فیاضیوں کے علاوہ خاص درس و تدریس کیلئے بڑی بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں تھیں۔ اور ان کے اخراجات کیواسطے دیہات وقف کر کے تھے جنکے منقصر حالات بدیہ ناظرین کے جانتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ اُس زمانہ میں عام طور سے مسجدوں کے صحن - خانقاہوں کے حجرے - علماء کے مکانات مدرسہ یا دارالعلوم کا کام دیتے تھے۔ لیکن سلطنت کی طرف سے ان علماء کی جو درس تدریس میں مشغول رہتے تھے بڑی عزت اور وقعت کیجائی تھی۔ اور ان کے واسطے بڑی بڑی جاگیریں اور وظیفے مقرر ہو جاتے تھے عام طور سے مسلمان اس طریقہ کے ایسے نوکر ہونگے تھے کہ شاہی مدرسوں میں تعلیم پانے کو موجب جاہ و ثروت حاصل کرنے کا سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب نظام الملک طوسی نے بغداد میں مشہور مدرسے نظامیہ کی بنیاد ڈالی اور اس کا حال ماوراء النہر کے علماء کو معلوم ہوا تو سب نے مجلس ماتم منعقد کی۔ اور اس بات پر روئے کہ اب علم، علم کے لئے نہیں بلکہ جاہ و ثروت حاصل کرنے کے لئے سیکھا جائے گا یہی وجہ ہے کہ مدرسوں کا طریقہ رواج عام حاصل نہ کر سکا۔ اور ان سادہ اور بے تکلف عمارتوں سے جیسے مجتہد، فقیہ، ادیب، شاعر، مصنف، مورخ اور دیگر اہل کمال کمال حاصل کر کے نکلے ویسے ان عالیشان عمارتوں (مدرسوں) سے نہ پیدا ہوئے۔

اسلامیہ ممالک میں تعلیم کی وسعت کی ایک بڑی وجہ یہی تھی کہ تمام جاگیریں جو تعلیم

۱۶ - رسائل شبلی صفحہ ۶۹۔

کے منتقلی و مرمت ہوتی نہیں علیٰ العموم وقف سبھی جاتی تھیں۔ اور وقف میں شرعاً کسی کو تصرف کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ پس جو نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے اضافہ کرتا تھا۔ اور اگر کوئی عیاش مزاج بادشاہ اضافہ نہ ہی کرتا تو بھی۔ پورا اوقاف کو تو ضرور قائم رکھتا تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں باوجود سلطنت کے پے در پے انقلابوں کے بہت سے پرانے اوقاف برٹش گورنمنٹ کے عہد تک موجود تھے۔ اور برٹش گورنمنٹ نے ہی باہر عدالت کیشی و رعایا نوازی اون اوقاف کو بدستور سابق مالگاری سے بری رکھا۔ لیکن عام مسلمانوں کی غفلت اور کوتاہیاں وقف کی جمالت سے ان اوقاف کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ باقی ہے وہ ضائع ہو رہا ہے۔ میں دتوق کے ساتھ نہیں بیاں کر سکتا کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں علمی عمارت کی بنیاد رکھنے میں اولیت کا فخر کس بزرگ کو حاصل تھا۔ لیکن میری محدود تاریخ و واقفیت میں اس ملک میں سب سے پہلے جس شخص نے علمی عمارت کی بنیاد ڈالی وہ سلطان شہاب الدین محمد غوری کا مشہور سپہ سالار محمد غیاث علی تھا۔ جب اس نے بنگالہ اور بہار فتح کر کے ایک شہر رنگ پور کے نام سے بسایا اور اوس کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ اور مسجدین اور عبادت خانے بنائے تو کئی مدرسے بھی رنگ پور اور دیگر شہروں میں تعمیر کرائے۔

اسی شہاب الدین محمد غوری کے دو سر سپہ سالار ناصر الدین قباچہ والی ملتان کے عہد میں جب مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہر سے ملتان میں تشریف لائے تو ناصر الدین مذکور نے ایک مدرسہ ان کے واسطے تعمیر کرایا۔ مولانا موصوف اپنے عہد کے بے نظیر عالم تھے۔ نماز و خراس مدرسہ میں ادا کر کے درس میں مشغول ہوتے تھے۔

۱۵- تاریخ فرشته مقاله، مرقم ذکر محمد مجتهد ۵۲- تاریخ فرشته مقاله وادوم ذکر شیخ محمد باقر الدین ذکر ایا قدس سره

ترکوں کے عہد میں جو غلاموں کے خاندان کے نام سے موسوم ہے سلطان شمس الدین
التمش سلطان ناصر الدین محمود شاہ - سلطان غیاث الدین بلبن کی علمی فیاضیاں - محمودی
اور غوری درباروں کی علمی فیاضیوں کا مقابلہ کرتی تین بڑے بڑے علماء فضل شاعر - ان
مہکاروں سے پیش و قرار و خلیفہ پاتے تھے شمس الدین التمش کے عہد میں جب
ناصری نام ایک شاعر ولایت سے دہلی میں آیا - اور سہ شعر کا ایک قصیدہ سلطان کی
تعریف میں لکھ کر نایا تو بادشاہ نے تیرہ ہزار تنگہ سفید اس کو انعام میں مرحمت کئے -
اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے -

اسے فقہ ازہیب تو رہا خواستہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسی عہد میں امیر روحانی جو اپنے عہد کا بڑا مشہور فاضل تھا۔ بخارا سے ہندوستان میں آیا۔ بادشاہ نے اس کی بڑی خاطر کی اور وظیفہ مقرر کر دیا۔

سلطان غیاث الدین بلبن کا بڑا بیٹا شاہنواز محمد سلطان جو ملتان کا حاکم تھا علمی قدر دانی اور کمال پروردی میں شہرہ آفاق تھا۔ اس کے عہد میں ملتان رشک بغداد و جہور ہا ہے امیر خسروؒ اور امیر حسنؒ کے علاوہ بڑے بڑے بلکال اس کے دربار میں جمع تھے۔

اس نے دو مرتبہ اپنے مقربوں کو بہت سارے روپیہ اور نادر و نایاب تحفہ دیکر شیراز میں - شیخ
سعدیؒ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور نہایت ادب سے لکھا کہ اگر حضور اپنے قدمِ مہینت
لزوم سے محلہ ملتان کو رشک گلستان ارم بنائیں تو حضور کے واسطے ایک خانقاہ طیار کر کے
اوس کے انرجاست کے واسطے کچھ دیہات وقف کروں۔ حضرت شیخ نے دونوں
مرتبہ ضعیف پیری کا عذر تحریر کیا۔ اور ہمارا اپنے ہاتھ سے اپنے کلام کی بیاض مرتب

١٥ منتخب التواييح ملاعبه القادر بداليوني -

خانہ کی علی بابا

کر کے شاہزادہ کے پاس روانہ کی۔

معزالدین کی قباد بنے باوجود اس کے کہ عیش و عشرت کا پشورا تھا دہلی میں ایک مدرسہ تعمیر کرا کر مدرسہ معز کے نام سے موسوم کیا۔ اس مدرسہ میں مولانا عبداللہ بن اسحاق جو بنجارا کے رہنے والے اور عالم معقول و منقول میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے مدرسہ اول تھے۔

غلاموں کے حمد کے بڑے بڑے فضل میں ملک تاج الدین دبیر - شہاب الدین بایونی -
امیر خیر الدین عمید توکلی - ملا عماد الدین - ملا جلال الدین - فخر الکک عصائی - نور الدین محمد صفی
قاضی منہاج السراج جرجانی صاحب طبقات ناصری - امیر شمس الدین دبیر بہت
مشہور ہیں۔ ملا شمس الدین قبل وزارت کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے
مطالعہ خاص کے واسطے ایک حجرہ مخصوص کر رکھا تھا۔ تین صاحب استعداد شاگرد
اس حجرہ میں سبق پڑھتے تھے باقی شاگرد اس کے باہر درس کرتے تھے۔ ان تین
شاگردوں میں ایک ملا قطب الدین ناقلہ - دوسرے ملا بزرگ الدین عبد الباقی اور تیسرے
حضرت شیخ نظام الدین اولیاء تھے۔

تخلیجوں کے عہد میں سلطان جلال الدین اور سلطان علاؤ الدین کا زمانہ علمی معاملات میں ممتاز ہے۔ سلطان جلال الدین کے زمانہ میں لائچ الدین عراقی حضرت امیر خسرو حضرت امیر حسن ملا مؤید جاجرمی۔ ملا مؤید دیوانہ۔ امیر ارسلان کلامی۔ ملا احتیاز الدین۔ قاضی معینٹ بانسوی۔ ملا سعد منطقی۔ قاضی خطیب وغیرہ بڑے بڑے فاضل اوس کو کھانچوں میں داخل تھے۔ سلطان علاؤ الدین۔ باوجود اس کے کہ علم سے بالکل بے بھر تھا لیکن علم کی قدردانی سب سے زیادہ کرتا تھا۔ اس کے عہد میں حضرت امیر خسرو بزرگ سنگھ۔ ماہوار

۱۵ حیات خسرو صفوی ۱۱۱۵-۱۱۵۵ تاریخ فرشته مقاله ۱۲۱ علالات سلطان الشاه حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رح

تتواہ پاتے تھے۔ ان کی تصانیف کا سب سے بڑا حصہ اسی بادشاہ کے نام پر ہے۔ شمس العلماء مولوی ذکار اللہ خاں اپنی تاریخ میں اس بادشاہ کے علم اور مذہب کی کیفیت لکھتے ہیں اور کہ کیا قدرت الہی ہے کہ جس بادشاہ کے علم اور مذہب کا یہ حال ہو اُس کے عہد میں اسلام کی وہ رونق ہوئی ہو کہ کسی اور بادشاہ دیندار اور عالم کے عہد میں نہ ہوئی ہو۔ جس بادشاہ کو ذرا رغبت علم کی طرف نہ ہو۔ اُس کے زمانہ میں وہ عالم اور فاضل جمع ہوں کہ جن کا جواب کیس نہ ہو۔ جو بادشاہ خود ایسا لاد مذہب ہو اسی کی بادشاہی میں مسلمانوں کو وہ پابندی احکام شرعی کی اور اتقا اور پرہیزگاری ہو کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی ہو۔ اگر اُس کے عہد کے عالِم اور شیوخ الاسلام اور ہر فن کے ماہر اور علم کے استاد اور صاحب کمالوں کا حال بیان کیا جائے تو اُس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ حضرت نظام الدینؒ اور امیر خسروؒ کے حالات لکھنے کے واسطے ایک کتاب چاہئے۔

مبارک شاہ غلجی کو باوجود اس کے کہ علمی معاملات سے بالکل دلچسپی نہ تھی لیکن جب حضرت امیر خسروؒ نے مثنویؒ پہر اس کے نام پر لکھ کر پیش کی تو اس نے اس مثنوی کے صلہ میں ماثی کے ہونزدنزد جو اہر ان کو مرحمت کیا۔ جس کا ذکر حضرت امیر خسروؒ نے اس مثنوی میں خود کیا ہے۔

تغلقوں کے عہد میں غیاث الدین تغلق - محمد شاہ تغلق - اور سب سے زیادہ فیروز شاہ تغلق کا زمانہ علمی یا ادگاروں سے معمور ہے۔ غیاث الدین تغلق سب بادشاہوں سے زیادہ امیر خسروؒ کی خاطر اور وقعت کرتا تھا۔ اُن کی سب سے آخری تصنیف تغلق نامہ اسی بادشاہ کے نام پر ہے۔

۱۵ حیات خرد و صفو ۵۲ - ۵۳ -

تعلقوں کی عالمی فیاضیان

محمد شاہ تغلق کی نسبت صاحب تاریخ فرشتہ تحریر کرتے ہیں نیکر اس کی بادشاہی میں اول سے آخر تک علماء اور فضلا اور اہل ہنر اس کے عواطف و مراحم کی امید میں عراق خراسان۔ ماوراء النہر۔ ترکستان۔ اور عرب سے ہندوستان میں آتے تھے۔ اور امید سے زیادہ مورد انعام اور نوازش ہوتے تھے۔ اس کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میں ملک خجہ بن شانی کو انشی لاکھ روپیہ اور ملک الملوک عماد الدین کو شتر لاکھ تنگہ اور اپنے استاد مولانا عبد الدین کو چالیس ہزار تنگہ انعام میں مرحمت کئے۔ اور مولانا ناصر الدین کامی اور ملک غازی کا جو فضلہ رحمہ سے تھے لاکھ لاکھ تنگہ لاکھ غلیظہ مقرر تھا۔ یہ بادشاہ خود ہی جمیع علوم معقول خصوصاً علم طب اور حکمت اور نجوم اور ریاضی اور منطق میں مہارت رکھتا تھا۔ بیماروں کا خود معالجہ کرتا اور تھیں مرض میں اطباء عصر سے طالب علمانہ بحث کرتا تھا۔ اور سعد منطقی۔ اور عبید شاعر۔ اور ملا نجم الدین انتشار اور مولانا علم الدین شیرازی اور دیگر علماء سے ہم صحبت رہ کر کتب متقدمین میں بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا۔

فیروز شاہ تغلق نے عام علمی فیاضیوں اور امورات رفاه عام کے علاوہ اپنے ممالک محدودہ کے مختلف مقامات میں قیس عالی شان مدرسے تعمیر کرائے ان میں عالم۔ ادیب۔ خوشنویس متعین کئے۔ ان مدرسوں میں دینی اور دنیوی دونوں طرح کی تعلیم ہوتی تھی۔ تمام مدرس اور دیگر ملازمین خزانہ شاہی سے نقد و خواہ پاتے تھے۔

لودیوں میں سلطان سکندر لودی کو علمی معاملات میں خاص دلچسپی تھی۔ اس نے علماء اہل۔ بموجب تحقیقات نظام الدین احمد صاحب طبقات اکبری اس تنگہ سے مراد وہ چاندی کا کچہ جس میں کچہ سے تانبہ کاشل ہوتا تھا۔ اور ایک تنگہ سدا پیسے میں چلتا تھا۔

۱۵۔ تاریخ ہند شمس العلماء مولوی دکان اللہ خاں دہلوی وغیرہ۔

فیروز شاہ تغلق کے دربار

سلطان سکندر لودی کی علمی فیاضیوں

کو ایسی بڑی بڑی جاگیریں دیں جو پہلے کبھی بڑی سلطنتوں میں بھی نہیں دی گئی تھیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے اسی بادشاہ نے اپنی ہندو رعایا کی تعلیم کا ہندو سب سے کیا۔ اس سے پہلے ہندو فارسی کو ملیکیش بھاشا لکھن اس سے متفر رہے۔ سلطان سکندر لودی نے اول کایتوں کو فارسی پڑھنے پر آمادہ کیا۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ہندو قویں بھی فارسی۔ عربی پڑھنے لگیں۔ اور اسی بادشاہ کے عہد میں انہوں نے مسلمانوں کے علوم میں ایسی لیاقت حاصل کر لی کہ خود ان علوم کا درس دینے لگے۔ پندت ڈونگرل تو شاعر ہو گئے جن کا یہ مطلع بہت مشہور ہے۔

دل خوش نشہ ہے چشم تو خجہ نشہ ہے گر رہ گم نہ شدے زلف تو ابتر نشہ ہے گر اس بادشاہ نے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کو بھی بہت سی جاگیریں عطا کی تھیں۔

سکندر لودی کے عہد میں بڑے بڑے علماء اور فضلا مثل تلامیہ محمد جو پوری۔ سید

نعمت اللہ حسینی۔ شیخ عبد اللہ طلبینی۔ شیخ عزیز اللہ سنہلی۔ شیخ الہدیہ جو پوری۔ میر سید جلال بدایونی۔ میاں شیخ گوالیاری۔ میاں حاتم سنہلی۔ مولانا شیخ جمالی لکنوی صاحب سیر العارفین۔ میاں لاڈل۔ مفتی جمال خاں دہلوی ملک کے مختلف حصوں میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ صاحب منتخب التواریخ کا بیان ہے کہ صرف

شیخ عبد اللہ کے شاگردوں میں چالیس آدمیوں سے زیادہ عالم متبحر ہو گئے۔ سلطان سکندر ان کی اس قدر وقعت کرتا تھا۔ کہ جب ان کے درس کے وقت آتا تو چپکا ایک کونے میں بیٹھ جاتا تھا۔ کہ ان کا اور طالب علموں کا ہر جہہ ہو۔ جب وہ درس سے

۱۵۔ شیخ عبد اللہ نے ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔ اولیٰ لکھنؤ درجہ اولیٰ ان کا انتقال کی تاریخ ہے۔

سکندر لودی

سکندر لودی

سے فارغ ہوتے اس وقت سلام علیک کر کے پہروں اُن کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا۔ شیخ غزیز اللہ بھی بڑے فاضل تھے مشکل مشکل کتابوں کا درس بلا دیکھ دیتے تھے۔ اُن کے شاگردوں میں میاں حاکم منبلی بہت مشہور ہوئے جنہوں نے اپنی عمر میں تیس مرتبہ سے زیادہ شرح مفتاح اور چالیس مرتبہ مطول اول سے آخر تک پڑائی تھی۔ ہندوستان میں علم عقول کا رواج نہی۔ شیخ عبد اللہ اور شیخ غزیز اللہ کی وجہ سے ہوا۔ اس سے پہلے فقط شرح تفسیر اور شرح صحائف کا منطق اور کلام میں میاں رواج تھا۔ شیخ الدیر جو پوری کی بھی بہت سی تصانیف مشہور ہیں۔ فقہ میں ہدایہ کا حاشیہ کئی جلدوں میں لکھا ہے۔ اور کافی کی شرح بھی بہت اچھی لکھی ہے۔ تفسیر مدارک وغیرہ پر جو حاشی لکھے ہیں وہ اب تک درس میں داخل ہیں۔

شیخ جمالی بھی بہت صفت موصوف تھے۔ آدھی رات سے اشراق تک عبادات اور شادیاں میں مشغول رہتے۔ اور اشراق سے دوپہر تک علماء اور صلی کو درس دیتے تھے۔ اقصائے عالم کی اونہوں نے خوب سیر کی۔ اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ جب اس سفر سے دہلی واپس آئے اس وقت سلطان سکندر سنبل میں مقیم تھا۔ آپ کی واپسی کا حال سنتے ہی شوق ملاقات نے بچپن کر دیا۔ یہ اشتیاق تمام نامہ منظومہ بدستخط خاص لکھنؤ کی طلب میں روانہ کیا۔ اور شنوی مہر ماہ جو شیخ کی تعینف سے تھی منگائی۔ وہ رقعہ یہ ہے

آن مخزن گنج لایزال	دے سالک راہ دیں جمالی
در گرد ہماں بے زدہ سیر	در منزل خود رسیدہ بالخیر
بودے تو مسافر زمانہ	الحمد کہ آمدی بہ خانہ

۹
ترتیب سلطان کنہ
دری نامہ لایزال
جمالی ہادی

در کوہ در مدینہ گشتی	گوہر یودی خزینہ گشتی
اے شیخ ہمارے سر بنوئی	بسیار مسافرت نمودی
باشائے ہموئے در گم گام	تا دریابی ز گلر چمنی کام
چشم بہ جمال تو طیان است	دل مرغ مشال در فغان است
من اسکندر تو خرمائی	آں بہ کہ یہ سوئے مایائی
در شیخ زدوستان نہ شد سیر	تشریف نمودن نش کشد دیر
باید کہ کتاب مہر و ماہم	ارسال دہد چنانکہ خواہم
از مہر کشد دودیدہ را نور	
آں مہ نشود زودیدہ ام دور	
شیخ جمالی نے اس کے جواب میں رقم منظومہ تحریر کر کے مثنوی معقفاہ بادشاہ کے پاس بھیج دی۔ کتاب اور خط کو دیکر بادشاہ کا شوق اور بڑا۔ اور شیخ جمالی کے پیر حضرت شیخ سمار الدین کے ذریعہ سے پھر اُن کو طلب کیا حضرت نے شیخ کو سنبل روانہ کیا جب سنبل کے نزدیک پہنچے بادشاہ دو تین کوس تک خود استقبال کے واسطے آیا۔ اور نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اپنی زندگی تک پھر جدا نہیں ہوئے۔ مولانا جمالی نے ایک قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں لکھا ہے اُس میں فرماتے ہیں۔ بیت	
موسلی ز ہوش رفت بیک پر تو صفائے	تو عین ذات سے نگر ہی در تبسمی
شیخ عید الحق محدث و ہدی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ بعض صلی کو حضور سرور	
۱۵۔ الشاہیر صفحہ ۲۱۳-۲۱۵۔	

۹
تخلص
سکندر ہادی

کائنات سے اس بیت کے مقبول ہونے کی بشارت ہوئی ہے۔ اور آپ نے نہایت خوشی سے فرمایا "ہذا المصی" یعنی یہ میری سچی صفت ہے۔

شیر شاہ سورا اور سلیم شاہ سورا دونوں عالموں اور فاضلوں کے ساتھ نہایت اعزاز و اکرام کا برتاؤ کرتے تھے جب شیر شاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ آئمہ اور خاندیم سلطان ابراہیم کے بعد عمال کو شہرت دے کر اپنے استحقاق سے زیادہ زمین پر متصرف ہو گئے ہیں تو اس نے خود تحقیقات کی اور جس کا جو حق تھا وہ دیدیا اور کسی کو محروم نہیں رکھا اور سب کو نادر راہ دے کر رخصت کیا۔ وہ اکثر کھاتا تھا کہ بادشاہ کو لازم ہے کہ وہ علماء اور فضلاء کی مدد معاش مقرر کرے کیونکہ ہندوستان کے شہروں کی رونق اور آبادی ان ہی لوگوں سے ہے جو طالب علم اور مسافر بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے وہ ان سے فیض پاتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں ان کی حکمت دین کے علوم کو رونق دیتی ہے۔

شیر شاہ سورا اپنے عہد کے سب سے بڑے فاضل شیخ بڈہ کی اس قدر وقعت کرتا تھا کہ خود ان کی جوتیاں سیدھی کر کے ان کے سامنے رکھتا تھا۔ ملک محمد عالیسی نے ۹۴۷ھ میں بھاکا زبان میں بے نظیر کتاب پیدماوت اسی بادشاہ کے نام پر لکھی ہے۔ اس میں بادشاہ کی تعریف اس بیت سے شروع کی ہے۔

شیر شاہ دہلی سلطانوں
چار ہند کھنڈ ہے جس بھانوں
مرحوم شیر شاہ دہلی کا بادشاہ ہے
چار نظروں جہاں کو روشن ہو مثل آفتاب کے
سلیم شاہ کے عہد کے علماء میں شیخ عبدالحی اور شیخ علائی بہت مشہور ہیں۔ انیس شیخ عبدالحی
بادشاہ کے مصاحبوں میں داخل تھے۔

۱۰ تاریخ ہند میں شمس العلماء مولوی ذکار اللہ خاں۔

دکن کے شاہاں بہمنیہ علمی سخاوتوں میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ان کی علمی قدردانی اور کمال پروری کا شہرہ سن بن کر عرب و عجم کے علماء۔ صلحا۔ فقرا۔ شعرا۔ مشائخ ان کے درباروں میں پہلے آتے تھے۔ اور دریا مثال ہاتوں سے میراب ہو کر بقیہ عمر کو عیش و آرام اور درس و تدریس میں بسر کرتے تھے۔

سلطان محمود شاہ بہمنی کے عہد میں ایران کا ایک شاعر دکن میں آیا۔ اور بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ لکھ کر میر فیض اللہ انجو کے ذریعہ سے جو عہدے صدرات پر مقرر تھے وہاں میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیں۔ جب وہ ایران واپس گیا اور وہاں بادشاہ کی علمی قدردانی کا حال بیان کیا تو حضرت خواجہ حافظ شیرازی نے بھی دکن کا قصد کیا۔ لیکن بعض موانع کے سبب سے جب آپ کے تشریف لانے میں ٹال ہوا۔ اور یہ خبر میر فیض اللہ کے ذریعہ سے بادشاہ کو معلوم ہوئی تو کچھ روپیہ زاد راہ کے واسطے خواجہ کی خدمت میں روانہ کر لکھا کہ اگر آپ دکن کو اپنے وجود فیض بخش سے رشک روضہ رضواں بناویں تو اہالی اس دیار کے شکر قدوم میمنت لازم ہوا دیں اور بعد حصول تقدیم مطالب و مقاصد آپ کو یہ خیر و سعادت شیراز کی طرف روانہ کریں۔ اس خط اور خرچ کے پہنچنے پر حضرت خواجہ نے سامان سفر درست کر کے ہندوستان کا قصد کیا اور شیراز سے بندہ ہرمز میں آئے۔ جب بہاؤ محمود شاہی میں جو دکن سے خواجہ کے لینے کے واسطے آیا تھا سورا ہوئے اتفاق سے بادشاہ کے چلنے سے سمندر میں جوش اور طلاطم پیدا ہوا۔ یہ حال دیکھ کر خواجہ کو بحری سفر سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور دوستوں سے ملنے کا بجائے کر کے بہاؤ پر سے اتر پڑے۔ اور ایک غزل سوزوں کر کے ایک شخص کے ہاتھ میر فیض اللہ انجو کے پاس بھیج دی۔ اس غزل کے چند شعر یہ ہیں۔

شیر شاہ دہلی
سلیم شاہ سورا
علاء الدین خلجی

علاء الدین خلجی

سلیم شاہ سورا
علاء الدین خلجی

دے باغم بسر بدن جہاں یکسر نمی آزد
 شکوہ تاج سلطانی کہیم جہاں درودج است
 بے آسان نمود اول غم و ریا جوئے زر
 غلط کردم کہ یکموجش بعد من زنجی آزد

چو حافظ و قناعت کو ش واز و نیا و دوں بگذر
 کہ یک ہونست و دو نان جہاں یکسر نمی آزد

جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اتفاقاً سم شہدی کے ہاتھ جو فضلاء سے عمد سے تھرا ہوا شرفیاں
 نقد اور دیگر تحائف خواجہ کے واسطے شیراز کو روانہ فرمائے۔

اس بادشاہ نے اپنے تمام قلم و میں علماء اور محدثین کے نقد و خطیفے مقرر کر دئے
 تھے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم ہی بہت کرتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ بہمنی کے دربار میں ہر
 مذہب و ملت کے علماء بیش فراتر تھے۔ اس کو علمی معاملات سے اس
 قدر دلچسپی تھی کہ ہفتہ میں تین دن یعنی شنبہ۔ دو شنبہ۔ چار شنبہ کو خود طالب علموں
 کو درس دیتا تھا۔ اگر کسی دن امورات ملکی کی وجہ سے دن کو فرصت نہ ہوتی
 تھی تو رات کو طالب علموں کو بلا کر درس اور فیض رسانی میں مشغول ہوتا تھا۔ علم اور شایع
 کا اس قدر قدردان تھا کہ ان سے ہر اورانہ سلوک رکھتا تھا۔ اور ان سے ہمیشہ کہا کرتا
 تھا کہ میں جس وقت تخت پر متمکن رہتا ہوں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہوں۔ اور جب
 آپ لوگوں سے ہم صحبت ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو شل آپ لوگوں کے سمجھتا ہوں۔
 پس جیسا کہ تم لوگ آپس میں بے تکلفانہ برتاؤ رکھتے ہو ویسا ہی میرے ساتھ بھی رکھو۔
 فیروز شاہ بہمنی علم و فضل میں محمد شاہ تغلق سے بڑا ہوا تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ فرنگی
 پرکشی۔ روشی۔ گرجی۔ تلنگی۔ افغانی۔ بنگالی۔ گجراتی۔ مرہٹی وغیرہ سب زبانیں جانتا تھا

توریت و انجیل کو بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ ریاضی میں بہت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔ اس
 سلسلہ میں دولت آباد میں ایک صد تعمیر ہوئے کا حکم دیا اور حکیم حسن کیلانی کو جو اس عمد
 کا بڑا فاضل تھا اس کا اہتمام سپرد کیا۔ مگر حکیم مذکور کے جلد جانے سے یہ کام ناتمام رہا۔ لا
 داؤد بیدری نے کتاب تحفۃ السلاطین اسی بادشاہ کے نام پر لکھی ہے۔

محمد شاہ بہمنی کا وزیر ملک التجار محمود کاوان جو خطاب خواجہ جہاں سے موصوف اور جو دو کرم
 ہمت و حوصلہ میں بے نظیر اور بڑا علم دوست شخص تھا۔ ایک مرتبہ جب دو تین برس کی
 فتوحات کے بعد انھما بادبدین واپس آیا تو بادشاہ اس کے مکان پر رونق افروز ہوا
 اور نہایت اعزاز و اکرام بڑا کر ایک ہفتہ کے بعد اپنے دولت خانہ کو واپس گیا۔ اس کے
 جانے کے بعد خواجہ جہاں ایک حجرے میں داخل ہوا اور روزانہ بند کر کے لباس فخر
 اتارا اور پچھلے پرانے کپڑے پہن کر بہت رویا۔ اس کے بعد حجرے سے برآمد ہو کر صحیح علما
 اور فضلاء اور سادات احمد آباد کو جو استحقاق رکھتے تھے طلب کیا۔ اور نقد و جنس اور
 جواہر اور متاع نفیس سے جو کچھ اپنی ملکیت میں رکھتا تھا سوا اسے اسپت فیل اور کتب
 کے سب کو ان میں تقسیم کر دیا اور کہا کہ الحمد للہ کہ میں نے نفس امارہ کے ہاتھ سے
 رہائی پائی جب لا شمس الدین محمد نے جو اعیان جرجان سے تھے اور خواجہ کی مصاحبت
 میں رہتے تھے یہ سوال کیا کہ آپ نے اپنا کل مال و اسباب تو خیرات کر دیا لیکن
 گوڑے۔ ہاتھی اور کتابیں رہنے دیں۔ اس میں کیا بعید ہے۔ تو خواجہ نے جواب دیا
 کہ جس وقت بادشاہ میرے مکان پر تشریف لائے اور چند روز جہاں رباؤ شاہ کی ماں کا
 نام یا خطاب تھا نے مجھے بھائی کہا اس وقت نفس امارہ کی سرکشی سے بادہ نخوت
 کا جوش دماغ میں پیدا ہوا۔ لیکن تو فیض ایزدی نے مدد کی اور نفس امارہ کی تنبیہ و تادیب

محمد شاہ بہمنی
 کا تاج و تہذیب و
 سلطنت محمد شاہ بہمنی

محمد شاہ بہمنی

میں مشغول ہوا اور اسی وجہ سے میں نے اپنے جمیع اسباب تجمل کو فروخت کا
باعث تھا۔ اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا۔ لیکن چونکہ تمام کتابیں طالب علموں پر وقف
ہیں اور ہاتھی گھوڑے سلطان سے تعلق رکھتے ہیں اور چند روزہ عاریتاً میرے پاس
ہیں اس وجہ سے ان دونوں چیزوں کے علیحدہ کرنے کا مجھے کوئی استحقاق حاصل نہ تھا۔

خواجہ جہاں نے اپنی عمارت میں احمد آباد میں ایک عالیشان مدرسہ تعمیر کرایا
تھا۔ ملا سامعی نے اس کی تالیف بنائیں یہ قطعہ موزوں کیا تھا۔ قطعہ

ایں مدرسہ رفیع محمود بنچوں کی خدمت قبل اہل صفا

آتا قبول میں کشتار بخش۔ از آیت ربنا نقبل مینا

صاحب تالیف فرشتہ لکھتے ہیں کہ وقت تحریر اس کتاب تک کہ ۱۲۳۰ھ میں یہ مدرسہ
اور اس کی مسجد اور چار طاق اور بازار بزرگ موجود ہیں اور اس مدرسہ کی نفیس اور پاکیزہ
عمارت کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی معماران چابک دست نے اس کی تعمیر سے
ہاتھ کھینچا ہے۔

خواجہ موصوف خود بھی جمیع علوم عقلی و نقلی خصوصاً علم ریاضی اور طب میں القاص
رکھتے تھے اور نظم و نثر اور انشاء میں اپنے زمانہ میں بے نظیر اور خطیاتی خوب لکھتے
تھے۔ روزانہ نہایت ملکی سے فارغ ہو کر اپنے مدرسہ میں آتے اور علماء اور فرائس محبت
رکھتے تھے اور سب کو خفیہ طور سے ہزاروں روپے۔ اشرفیوں اور دولت سے مالا
مال کرتے رہتے تھے۔ ہندوستان کے علاوہ ایران و توران۔ عرب عجم کے فضلا
عصر کے واسطے تھو تھو لٹ اور زر نقد بھیجتے رہتے تھے۔

مولانا عبد الرحمن جامی ج سے برابر خط و کتابت جاری رہتی تھی قصائد مولانا جامی میں

ایک قصیدہ خاص خواجہ موصوف کے نام پر ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

مرحباے قاصد ملک معانی مرحبا
الصلو کر جان و دل نزل تو کردم الصلا

اسی قصیدہ میں ایک بیت یہ بھی ہے بیت

ہم جہاں را خواجہ و ہم فقر را دیباچہ است
آیت القصر لکن تحت استار الغنا

خواجہ موصوف اپنی گل آمدنی کو جو ملازمت اور تجارت ممالک غیر سے حاصل ہوتی تھی اس

تفصیل سے غریب کرتے تھے۔ کہ ملازمت سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اس میں سے

ایک مہینہ کا گھوڑے۔ ہاتھی اور سپاہ کا خرچ نکال کر خزانہ موسومہ خزانہ شاہ میں جمع کر لیتے

تھے۔ باقی اسی وقت فقر اور مستحقین کو بانٹ دیتے تھے اور اس میں سے ایک سہ

اپنے صرف خاص میں نہ صرف کرتے تھے۔ اور شاہی ملازمت سے قبل چالیس ہزار

لاری ان کے پاس موجود تھے اس سے ہر سال تجارت ہو کر جو منافع ہوتا اس میں سے

ہر روز بارہ لاری اپنے صرف میں اٹھاتے بقیہ سے نصف خزانہ یعنی رویشاں میں جمع

کر کے اس سے علماء فضلا اور طالب علموں کی امداد کرتے اور نصف کو اپنی والدہ اور

دیگر عزیزوں اور گوشہ نشینوں اور متوکلوں کے پاس جو ہندوستان میں نہ آئے تھے بھیج

دیتے تھے۔

اس مدرسہ میں تین ہزار علین کتابوں کی موجود تھیں۔ جو کل طلباء سے مدرسہ پر وقف

تھیں۔

خاندان بھنیہ کے عہد کے بڑے بڑے فضلا میں شیخ عین الدین جی پوری شیخ محمد سر

میر فضل اللہ انجو۔ ملا شرف الدین ماہند رانی۔ شیخ آقوی صاحب بہمن نامہ۔ ملا نظیری

ملا سامعی۔ ملا عبد الکرم مہدانی۔ صاحب تالیف محمد شاہی۔ ملا صد جہاں شومتری۔

مدرسہ ملک التجار محمد شاہ

فضل اللہ سر

لاؤ اور بدی۔ لا قاسم مہندی۔ مولانا شمس الدین حقگو۔ حکیم حسن گیلانی۔ سید محمد گاؤرونی
 ملا الحق مہندی۔ میر نور اللہ وغیرہ بہت مشہور ہیں سلطان محمد شاہ کے عہد میں۔ شیخ
 زین الدین جو حضرت شیخ برہان الدین کے ہمارے اور مدینہ تھے دولت آباد میں مقیم
 تھے۔ انہوں نے بعض مناسبات کے ارکاب کی وجہ سے بادشاہ سے بیعت نہ کی
 تھی۔ بادشاہ نے ان کے پاس آدمی بھیجا پیغام دیا کہ یا تو میرے دربار میں حاضر ہو جئے یا
 میری خلافت پر بیعت کر کے نوشتہ بدستخط خاص لکھ بھیجئے۔ شیخ نے جواب دیا کہ کسی
 زمانہ میں اتفاق سے ایک دانشمند۔ ایک سید۔ ایک ہجیر اساتذہ ساتھ جا رہے تھے
 راستہ میں کفار کے دستِ ظلم میں گرفتار ہو گئے۔ وہ ان تینوں کو بجاتانہ میں لینگے اور حکم
 دیا کہ جو شخص بت کو سجدہ کرے اسے جان کی امان ہے ورنہ قتل کیا جائیگا۔ دانشمند
 آیت کریمہ پر عمل کر کے بت کو سجدہ بجالایا۔ اور سید نے بھی اس کی تقلید کی۔ جب ہجیرے کی
 نوبت آئی وہ بولا کہ میں تمام عمر اعمالِ ناشائستہ میں مشغول رہا ہوں نہ عالم ہوں نہ سید کہ اس
 کی پناہ میں ایسا کام کروں پھر قتل ہونا اپنا قبول کر کے بت کو سجدہ نہ کیا۔ اب میرا بھی قصہ
 بعینہ اسی ہے پھر اسے قصہ کے موافق ہے کہ تیرے ظلموں کا قتل ہوں گا لیکن نہ
 تیری مجلس میں حاضر ہوں گا نہ تیری خلافت کا اقرار کروں گا آخر کار بادشاہ پشیمان ہوا اور
 صدر الشریعہ کے ہاتھ اپنے ہاتھ سے یہ مصرعہ لکھ کر شیخ کے پاس بھیجا۔ مصرعہ
 من زان تو ام تو زان من باشس۔ شیخ نے جواب میں کمال بھیجا کہ اگر بادشاہ حفظ
 مراتب اور مراسمِ شریعت محمدی میں کوشش کرے زین الدین فقیر سے زیادہ کوئی اسے
 دوست نہ رکھے گا۔ اور یہ رباعی اپنے دستِ مبارک سے تحریر کر کے بادشاہ کے
 پاس بھیجی۔ رباعی

تامن بزم بجز نکوئی نہ کسم
 آہن کا بجائے مادیہ ہمارے دند

بزم نیک دلی و نیک خوئی نہ کسم
 تادست رسد بجز نکوئی نہ کسم

اس پر بادشاہ نے شراب فروشی کی دوکانیں اپنے ممالک محروسہ سے بند کرادیں اور
 رہنری اور ٹوکیٹی کا ایسا انتظام کیا کہ چوروں اور ڈاکوؤں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ اس کے بعد
 سے بادشاہ اور شیخ میں برابر خط و کتابت جاری رہی اور وہ بادشاہ کو اسی قسم کی ہمیشہ
 نصیحتیں کرتے رہے۔

خاندان بہمنیہ کے زوال کے بعد دکن میں عادل شاہی۔ نظام شاہی و قطب شاہی

برید شاہی۔ عماد شاہی کے نام سے پانچ بڑی چوٹی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ ان خاندانوں
 کے بھی اکثر فرمانروا علم اور اہل علم کی قدر دانی میں مشہور ہیں۔ اسماعیل عادل شاہ والے
 بیجاپور نے ایک دن میں پچاس ہزار ہوں۔ سید احمد ہروی کے معرفت علمائے
 بیجاپور میں تقسیم کر کے۔ جب اس کے دربار میں مولانا شہید شاعر قمری جو علم و فضل اور
 کمالات شاعری میں بے نظیر تھے گجرات سے وارد ہوا تو اس نے اسے حکم دیا کہ انہیں
 جا کر جس قدر زچہ سے اٹھ سکے اٹھا لا مولانا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں سفر کی وجہ
 سے نحیف ہو رہا ہوں اور جس دن گجرات سے چلا تھا آج سے دو چنہ طاقت رکھتا تھا
 اگر شاہ سخن پرور نہ تھے فہم اندازہ ذرہ پروری بعد چند روز کے اس خدمتِ روح پرور پر سرفراز
 فرما ہے تو عواطفِ خسروانی سے بعید نہ ہوگا۔ بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ کیا تو نے یہ مصرعہ
 نہیں سنا۔ مصرعہ

کہ آفتناست در تاخیر طالبِ انبیاں وارد

جا اور دو مرتبہ جس قدر اٹھایا جاوے خزانہ سے اٹھا لا مولانا یہ حکم سن کر دربار سے خزانہ

و انہی بیجاپور
 و انہی بیجاپور

میں پہنچے اور دو مرتبہ میں پچیس ہزار ہون طلائی اٹھالاکھ (۱)

محمد عادل شاہ کے زمانہ میں آثار شریف اور جامع مسجد بجا پور میں دو دوسرے علوم عربی کے اور ایک ایک مدرسہ فارسی اور کئی مکتب تعلیم قرآن کے جاری تھے۔ عرب طلبہ کو صبح و شام کمانا بھی ملتا تھا۔ صبح کو روٹی۔ اور گوشت اور کچھ چربی اور شام کو بریانی مرغفر۔ شیرینی وغیرہ خوراک میں ملتی تھی۔ اس کے علاوہ ہر طالب علم کو ایک ہون ہالو کتابوں وغیرہ خرچ کے واسطے ملتا تھا۔ سال کے اختتام پر نالوجہ کے حیدر میں لڑکوں کا امتحان لیا جاتا تھا۔ اور امتحان کے بعد حسب لیاقت انعام میں تقدیم ہون تقسیم ہوتے تھے۔ اور انہی کامیاب طالب علموں کو حسب لیاقت سرکاری نوکریاں بھی دی جاتی تھیں (۲)

ان کے علاوہ تمام ممالک محروسہ کی بڑی بڑی مسجدوں میں مدرسے جاری تھے۔ جن میں طالب علموں کے اخراجات کے واسطے جاگیریں مقرر تھیں اور خوراک اور پرشاک کا بندوبست سرکار سے ہوتا تھا۔

برہان نظام شاہ والی احمد نگر نے قلعہ احمد نگر کا منشاہ شاہ ظاہر کو اسطرح ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرا کر اس کو نگر دوازہ امام کے نام سے موسوم کیا۔ اور قصبہ چونپور اور صنور اور سیالپور اور چند گاؤں اس کے اخراجات کے واسطے وقف کئے (۳)

دوسرا عالی شان مدرسہ اسی بادشاہ نے احمد نگر میں بغداد کے نام سے تعمیر کرایا۔ اسی مدرسہ (۱) تاج زشت ممکن ہے کہ اس میں کچھ بالذہب۔

(۲) تاج کن جلد سوم مطبوعہ مفید عام اگرہ۔

(۳) زشت۔

محمد عادل شاہ والی کے عروج و زوال کے مدارس

برہان نظام شاہ کا مدرسہ دوازہ امام

مدرسہ بغداد

کے قریب شاہ حسین نظام شاہ نے اپنے عہد میں ایک مسجد کی بنا ڈالی جو مرتضیٰ نظام شاہ کے ابتدائی عہد میں قاضی بیگ طہرانی کے اہتمام سے تیار ہوئی۔ برہان نظام شاہ کے دربار میں بڑے بڑے علما اور فضلا جمع تھے۔ سلسلہ مدرسہ اس نے حضرت شاہ طاہر حسینی مگر جو اس عہد میں فرقہ امامیہ کے سب سے بڑے عالم اور بزرگ تھے قلعہ پرندہ سے طلب کیا اور قلعہ احمد نگر کی جامع مسجد کے مدرسہ میں درس دینے کا مستدعی ہوا۔ اور حسب برہان نظام شاہ نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا تو شاہ طاہر نے ایران کے بڑے بڑے علما اور فضلا مثلاً ملا محمد امامی استرآبادی۔ شاہ جعفر۔ ملا شاہ محمد نیشاپوری۔ ملا علی استرآبادی۔ ملا رستم جرجانی ملا علی ماہرندانی۔ ملا ایوب ابوالبرکات۔ ملا عزیز اللہ گیلانی۔ سید حسن مدنی وغیرہ کو احمد نگر بلا کر احمد نگر لوگستان ارم بنادیا۔ برہان نظام شاہ نے سب کو بڑی بڑی جاگیریں مرحمت کر کے اپنی علمی فیاضی کا ثبوت دیا۔ اور ان لوگوں کے آتے سے ملک میں تعلیم کا بہت چرچہ پھیل گیا۔

ایراہیم قطب شاہ والی کو لکھنؤ نے اپنی دار الخلافہ میں کئی مدرسے تیار کرائے تھے (۱)

جب سلطان محمد قلی قطب شاہ نے لکھنؤ کے پاس باگ نگر (حیدر آباد) آباد کیا اور اس میں مسجد اور حمام اور شفا خانے تعمیر کرائے تو کئی مدرسے بھی بنوائے۔ تمام استادوں کو خزانہ شاہی سے تنخواہیں ملتی تھیں (۲)

(۱) زشت۔

(۲) تاج ہند شمس العلماء و ذکار اللہ خاں (۳) تاج ہند شمس العلماء و ذکار اللہ خاں۔

ایراہیم قطب شاہ والی کے عروج و زوال کے مدارس

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے مدارس

عبداللہ قطب شاہ والئی گو لکنڈہ کا پیشوا شیخ محمد خاتون بڑا فاضل علم اور اہل علم کا قدردان تھا۔ خدمات شاہی کے انجام دینے کے بعد درس و تدریس میں مشغول رہتا تھا۔ وقت صبح کے وقت علماء فضلہ شہر اُس کے یہاں جمع ہوتے تھے۔ اور کتب تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ حکمت۔ ریاضی۔ منطق وغیرہ اُس سے پڑھتے تھے۔ شنبہ کے دن تعطیل رہتی تھی اُس دن تمام ارباب کمال حاضر ہوتے اور علمی بحث و مباحثہ میں مشغول رہتے تھے۔ عبداللہ قطب شاہ کا داماد سید احمد ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتا تھا اور اسی وجہ سے ماہرین علم ریاضی کا بڑا قدردان تھا۔ جب پادری افراسیم ۱۰۶۲ھ میں پگیو کے ارادہ سے گو لکنڈہ آیا۔ اور سید احمد کو معلوم ہوا کہ وہ ریاضی میں بہت ہوشیار ہے تو اُس کو اپنے پاس رکھنا چاہا اور کہا کہ اپنے پاس سے آپ کے رہنے کے واسطے مکان اور عبادت کے واسطے گرجا بنوا دوں گا۔ اور چونکہ رنگال اور امرکڑ سے بہت سے عیسائی تجارت کرتے رہتے ہیں لہذا یہاں بھی آپ خالی نہ رہیں گے۔ لیکن پادری نے ٹھیکر نام منظور نہ کیا اور سید احمد کا عطیہ خلعت لیکر چل دیا۔

صوبہ مالوہ کے فرمانروایاں خلیجی کے عہد میں شادی آباد ماٹھ و علم و فضل کا مرکز ہو رہا تھا۔ سلطان محمود خلیجی کے زمانہ میں تمام صوبہ مالوہ علمی یادگاروں سے معمور ہو گیا۔ اُس کی علمی قدردانی اور کمال پروری کا یہ حال تھا کہ جس مقام میں کسی اہل علم اور اہل کمال کا حال مستحضر نہ تھا۔ بیچارے فوراً طلب کر لیتا تھا اُس کے ایام سلطنت میں تمام ممالک محروسہ میں مدرسے جاری تھے۔ جن میں علماء فضلہ اور طلباء کے پیش و قرار و تلیف مقرر تھے۔ اور ان علمی فیاضیوں سے تمام ملک شیراز و سمرقند ہو رہا تھا۔

۱۰ - تاریخ دکن جلد سوم سلسلہ آخری۔

شیخ محمد خاتون

سید احمد

سلطان محمود خلیجی

سلطان کی علمی یادگاروں کے دو تین نشانات صوبہ مالوہ میں اب تک موجود ہیں اُن میں ایک اُچھین کا مدرسہ ہے۔ اس کی نسبت صاحب ترک افغانی لکھتے ہیں:۔ یہاں ایک مدرسہ عالیشان بادشاہی تھا جس کے کجرات جواب دہی ہیں انہیں قائم نے میل بند ہے ہوئے دیکھے اور مدرسہ کی مسجد میں گمانس بھری ہوئی پالی ایک عالیشان مدرسہ جامع مسجد ماٹھو کے مشرقی دالان میں تھا اُس کے یہی نشانات اب تک موجود ہیں۔

ایک عالیشان مدرسہ سانگ پور میں تھا۔ اس کی بھی کچھ ٹوٹی ہوئی عمارت باقی ہے۔ اس مدرسہ میں کتبہ بھی کندہ تھا جس کا پتھر ٹوٹ گیا۔ اور درمیان کی عبارت تلف ہو گئی جس قدر باقی ہے وہ یہ ہے:۔ بناء هذا المدرس في عهد السلطان الاعظم معين الدنيا والدين محمود شاه الغلبي خلد الله ملكه وسلطنته۔ فی عمل ملک مدایخان الثاني والعشرين من شهر ربيع الاول سنة سبع وتسعين وثمان مائتہ

سلطان غیاث الدین خلجی نے ظفر آباد نعلپور میں ایک مدرسہ بنوایا تھا جو سلطان محمود ثانی کے عہد تک موجود تھا۔

سلطان مظفر شاہ گجراتی اہل علم کا بڑا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں ایران و توران اور روم و عرب کے عالم فاضل اُس کی قدردانی کی شہرت سن کر گجرات میں چلے آتے تھے۔ اسی کی عہد میں مشہور خوشنویس محمود سیاش شیراز سے گجرات میں آیا تھا۔ بنگالہ کے خود مختار حکمرانوں میں سلطان غیاث الدین کو علمی قدردانی کا بڑا جوش تھا۔ اس نیک نیت اور بلند حوصلہ بادشاہ نے مکہ معظمہ میں مدرسہ قائم کرنے کے لئے

۱۱ - ۱۲۹۰ھ کی تالیف ہے۔

مدرسہ اُچھین

مدرسہ ماٹھ

مدرسہ سانگ پور

مدرسہ ظفر آباد

سلطان مظفر شاہ گجراتی

شاہ غیاث الدین خلجی

اپنے خادم یا قوت نام کو مولانا حسن بن عجلان شریف مکہ کے پاس رخصت کر دے کر روانہ کیا۔ یا قوت نے شریف کی اجازت سے باب الہانی کے قریب بارہ ہزار مثقال میں دو مکان خرید کر کے مدرسہ بنانا شروع کیا۔ رمضان ۱۲۸۵ھ میں مدرسہ کی تعمیر شروع ہوئی اور ماہ صفر ۱۲۸۶ھ میں انجام کو پہنچی۔ مدرسہ کے متعلق بہت سے ایوانات اور کائناتیں تیار ہوئے اور اس کے آئندہ کے اخراجات کے واسطے جائداد خرید کر کے وقف کی گئی۔ ۱۲۸۷ھ کو مدرسہ بڑی شان و شوکت سے کھولا گیا۔ ساتھ طالب علم اسی وقت مدرسہ میں داخل ہوئے اور سب کے لئے وظیفہ مقرر ہوا۔ چاروں مذہب کے مدرس مقرر تھے۔ اور ہر ایک کے درس کا الگ الگ وقت مقرر تھا۔ صاحبہ خزانہ عامرہ لکھتے ہیں کہ یہ مدرسہ اب تک موجود ہے۔ اور میں نے قیام مکہ معظمہ میں خود جا کر اس کو دیکھا تھا۔ سلطان غیاث الدین نے اس مدرسہ کے علاوہ چار مدرسہ مکہ معظمہ میں اور قائم کئے تھے۔

سلطان غیاث الدین کی علمی قدر دانی کا حال سن کر خواجہ حافظ شیرازی نے بھی ایک غزل موزوں کر کے اس کے پاس بھیجی تھی۔ سلطان موصوف نے اس کے صلے میں بہت سارے نقد خواجہ کے پاس روانہ کیا۔ اس غزل کو دو شعر یہ ہیں

شکر شکن شہنشاہ طویان ہند	زمین قند پاری کہ یہ بنگالہ میرود
حافظ شیرازی مجلس سلطان غیاث الدین	غافل مشوک کار تو ز نالہ میرود

بنگالہ کا آخری خود مختار فرمانروا سلیمان کرآنی بڑا صاحب دل اور پرہیزگار تھا۔ ڈیڑھ سو عالم اور مشائخ اس کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ پہلی رات

۱۔ شاعر کی تالیف ہے۔ ۲۔ رسائل فیل و خزانہ عامرہ۔

سے اٹھتا تھا۔ نماز تہجد جماعت سے پڑھتا تھا۔ صبح تک قال اللہ وقال الرسول سے صحبت نورانی رہتی تھی۔ تفسیر اور حدیث اور ذکر الہی سنتا رہتا تھا۔ صبح کی نماز پڑھ کر مہات ملکی۔ سپاہ و رعیت کے مقدمات۔ حساب کتاب لین دین کے کار و بار میں رہتا تھا۔ تقسیم اوقات کا ایسا انتظام کیا تھا کہ ایک ساعت ضائع نہ ہونے دیتا تھا۔

شاہان شرقی (جونپور) کے عہد میں جونپور علمی شہرت میں دہلی اور بغداد کا مقابلہ کرتا تھا۔ سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ (۱۳۸۵ھ لغایہ ۱۳۹۵ھ) میں ہندوستان کے مختلف حصوں اور ایران و توران اور عرب و عجم کے عالم فاضل جونپور میں جمع تھے۔ بادشاہ نے ان کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کر رکھے تھے اور ایک عظیم الشان دارالعلوم جونپور میں قائم کیا تھا۔ جس کی عالیشان عمارت کے کچھ نشانات بنا گیا ہے۔ کہ اب تک موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ اس سے پہلے کوئی اتنا بڑا دارالعلوم

ہندوستان میں تعمیر نہیں ہوا تھا۔ اس دارالعلوم میں مولانا قاضی شہاب الدین جونپوری مدرسہ اول تھے۔ وہ اصل میں غزنویں کے رہنے والے تھے اس کے بعد دولت آباد اور وہاں سے جونپور میں تشریف لائے۔ سلطان ابراہیم نے ان کو اس دارالعلوم کا مدرسہ اول مقرر کیا۔ اور ان کی اس قدر تعظیم و توقیر کرتا تھا کہ دربار میں اپنے سامنے چاندی کی کرسی پر بٹھاتا تھا۔ ایک دفعہ جب یہ بیمار ہوئے تو بادشاہ ان کی عیادت کے واسطے گیا۔ اور مولانا کے پاس بیٹھ کر ایک کٹورہ پانی کا ان کے سر پر سے اتار کر خود پی گیا۔ اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی کہ

۱۔ دربار اکبری۔

جس مصیبت میں مولانا گرفتار ہیں وہ مجھے نصیب کراور انہیں شفا عطا فرما۔ مولانا
موصوف بڑے فاضل تھے اُن کی بہت سی تصانیف مثل حاشیہ کاغذیہ (حاشیہ ہندی)
مصباح۔ صلح المثال۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ تفسیر فارسی بحر المواج۔ رسالہ مناقب سادہ
رسالہ عقیدہ شہامیہ وغیرہ سلطان ابراہیم کے نام پر ہیں۔ مولانا سلطان کی وفات سے
ایسے منہدم ہوئے کہ اسی سال یعنی ۱۰۸۷ھ میں انہوں نے بھی انتقال فرمایا۔

اس دارالعلوم سے بڑے بڑے عالم فاضل ہو کر نکلے۔ سلطان محمود شرقی نے
بھی جو سلطان ابراہیم کا بیٹا تھا۔ علما۔ اور فضل کی قدردانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ لکھا۔
فرمانروایان کشمیر میں سلطان زین العابدین کا زمانہ سلطنت لغایت شمسہ علمی تاریخ
میں ممتاز ہے۔ اُس کے عالی شان دربار میں بڑے بڑے ہندو مسلمان عالم
فاضل جمع تھے۔ ہندو فضلا میں سری بہرت۔ بودی بت۔ سوم کشمیری اور مسلمان
فضلا میں ملا محمد۔ ملا عود شاگرد ملا عبد القادر خراسانی۔ ملا جمیل حانظی بہت مشہور ہیں۔
سری بہرت علم حکمت میں بے نظیر تھا۔ بودی بت نے علم موسیقی میں زین کے
نام سے ایک کتاب بادشاہ کے نام پر تالیف کی۔ سوم کشمیری نے جو زبان کشمیری
اور ہندی کا بڑا فاضل تھا سلطان کے حالات میں زین حرب نام کتاب لکھی جو
ملا محمد ایک فاضل جامع معقول و منقول تھے۔ کمالات شاعری میں بھی اپنا نظیر نہ
رکتے تھے بادشاہ ان کا نہایت اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ کہ یہ بزرگوار ہمارے مرشد اور قبل
ہیں۔ انہوں نے ہمیں فضلات سے نکالکر ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ ملا عود فن
موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا۔ ملا جمیل کمالات شاعری سے موصوف تھا۔
یہ بادشاہ خود بھی عالم اور کئی زبانوں سے واقف تھا۔ اُس نے جس قدر قصبات

سلطان زین العابدین
واری

یاد بہات آباد کے سب میں علما۔ فضلا کو آباد کیا۔ خود کئی عربی اور فارسی کتابوں
کا ہندی میں ترجمہ کیا۔ کتاب راج ترنگی کا جو سنسکرت زبان میں کشمیر کے عہد
قدیم کی تاریخ ہے اُسی کے حکم سے فارسی میں ترجمہ ہوا جسے الہر کے عہد میں
ملا عبد القادر بدایونی نے سلیس عبارت میں کیا۔ کتاب بحر الاسرار بھی اول اُسی
کے حکم سے فارسی زبان میں ترجمہ کی گئی۔

سلاطین فاروقیہ برہان پور میں نصیر خاں فاروقی کے زمانہ میں بہت سوا ارباب
فضل و کمال خاندیس میں جمع تھے۔ اُس نے ہر ایک کے واسطے جاگیریں
اور وظیفے مقرر کر دیے تھے۔ اسی بادشاہ نے حضرت مخدوم شیخ زین الدین
کے ارشاد کے بموجب شہر برہان پور کے پاس نصیر زین آباد آباد کیا تھا۔

اب ہم ہندوستان کے سب سے بڑے پر عظمت اسلامی خاندان یعنی سلاطین
مغلیہ کے عہد کی علمی فیاضیوں اور علمی یادگاروں کا مختصر حال بیان کرتے ہیں کہ
جن کی عالمگیر علمی فیاضیوں کی شہرت نے تمام پچھلے فرمانرواؤں کی علمی قدردانی
اور علمی یادگاروں کو لوگوں کے دلوں سے بھلا دیا۔

بابر نے ہندوستان اور سرحد اور بجا را اور کابل میں سترتیس برس اس طرح
سے سلطنت کی کہ کسی جگہ اسے چھین سے بیٹنا نصیب نہیں ہوا۔ یہ بات
دُجہی کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہے کہ گیارہ برس کی عمر سے پینتالیس برس کی عمر
تک کسی جگہ اُس کو دو متواتر عیدیں کرنا نصیب نہیں ہوئیں۔ باوجود اس کے
اُس کو علم اور کمال سے کچھ ازلی مناسبت تھی۔ اور اس پریشانی کے عالم میں بھی
اُس کو علم کی طرف خاص توجہ رہی ماوراء النہر اور خراسان کا ہر شہر اور قریہ اس وقت

نصیر خاں فاروقی

سلاطین مغلیہ

علمی فیاضیوں کا باب

علمی کیفیت اور کیفیت کمال سے سرشار ہو رہا تھا۔ بابر جہاں گیا خواہ کسی حال میں تھا اہل کمال سے ضرور مستفید ہوا۔ ہندوستان میں اس کی بادشاہی کا قلیل زمانہ اسن قایم کرنے ہی گزر گیا۔ اگر اس کو امن قایم کرنے کے بعد اجل ہملت دیتی تو وہ ضرور بخارا اور سمرقند کی علمی جہلک ہندوستان میں بھی دکھا دیتا۔ اس نے واقعات بابر میں ہندوستان کے اس نقص کو بھی دکھایا ہے۔ کہ یہاں کوئی بڑا مدرسہ نہیں ہے۔

بابر کی تصانیف میں واقعات بابر میں کے علاوہ فقہ حنفی میں بھی ایک کتاب مبین نامی ہے جس کی شرح شیخ زین الدین نے لکھی ہے۔ فن عروض میں بھی بادشاہ کے کئی رسالے مشہور ہیں۔ اور ایک خط بھی بادشاہ کی ایجاد سے مشہور ہے جو خط بابر کے نام سے موسوم ہے۔ بادشاہ نے ایک قرآن شریف اس خط میں لکھ کر مکہ معظمہ کو بھیجا تھا۔ بادشاہ کا ایک یوان بھی ہے جس میں ترکی اور فارسی کے اشعار ہیں۔

بابر کے عہد کے مشہور علماء ہند میں شیخ زین خاں۔ اور مولانا بقائی اور مولانا شہاب الدین معالی ہیں۔ شیخ زین خاں نے سب سے پہلے واقعات بابر کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ مولانا بقائی نے مخزن کی بحر میں ایک مثنوی لکھی ہے۔

مولانا شہاب الدین بڑے صاحب کمال فاضل تھے لیکن فن متا میں ان کی فضیلت ایسی مشہور ہوئی کہ اور سب کمالات چھپ گئے تھے اسم شریف کا یہ معامولانا کی تصنیف سے بہت مشہور ہے۔ معام

علاء الدین بابر

از بہر فریب دل مایختہ دلاں
بر صفحہ نگار کرد رقم آں سر زلف

بابر کے بعد ہمایوں تخت نشین ہوا۔ لیکن ہمایوں کے نفاق اور شیر شاہ کے اقبال نے اسے چند روز ہی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور جب اس نے دوبارہ ہندوستان کو فتح کیا تو اجل نے ہملت نہ دی باوجود اس کے وہ اپنے زمانہ کو عالموں۔ فاضلوں۔ بزرگوں اور شاعروں کی قدر دانی میں شہرہ آفاق تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے باکمال جمع تھے جن میں شیخ حمید سنہلی۔ مولانا جنوبی بٹکی معالی۔ شیخ زین الدین خاں صدر۔ مولانا نادری سمرقندی۔ شیخ ابوالواحد فارغی حیدر تونیائی۔ خواجہ ابوبہت مشہور ہیں۔ ہمایوں خود بھی نجوم اور ہیئت اور تمام

نفسیہ علوم میں بے نظیر تھا۔ اکبر باوجود اس کے کہ بڑا ہلکا نہ تھا علم کا مذاق اور علوم و فنون کا شوق اور قدردانی کا جوش جو اس کا تھا کسی عالم بادشاہ کو بھی نہ تھا۔ راتوں کو ہمیشہ کتابیں پڑھتا تھا۔ اور سنتا تھا۔ علمی تحقیقاتیں ہمیں علمی باتیں تھیں۔ علمی چرچے تھے مشہور کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جو اس کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو۔ گلستاں بوستاں۔ قابوس نامہ۔ ملفوظات شیخ شرف الدین منیری۔ حدیقہ حکیم ستائی۔ شہزادی مولانا روم۔ جام جم۔ غمخیز نظامی۔ کلیات امیر خسرو۔ دیوانی خاقانی وغیرہ ہر قسم کی کتابیں اور تاریخیں اس کے سامنے بلا ناظرہ پڑھی جاتی تھیں۔

ترجمہ کا شہرہ خاص تھا۔ مختلف زبانوں کو نہ کر تھے۔ سنسکرت۔ یونانی۔ عربی کی کتابیں۔ فارسی اور بہاشا میں ترجمہ کرتے تھے۔ جہاں یہ سب صاحب

ہمایوں

ہر جنم

صاحب محمد اکبری

بیٹے تھے اس مقام کا نام مکتب خانہ تھا۔ ذیل میں ان کتابوں کی فہرست
درج کی جاتی ہے جو اس کی فرائض سے یا اس کے عہد میں لکھی گئیں۔

ترجمہ نگہاسن قبسی (زمانہ خرد افزا) - حیوۃ الجنان - ترجمہ انحرین بید - کتاب الاحادیث
تاریخ الفی - ترجمہ رامائن - جامع رشیدی - ترجمہ ترک بابری - تاریخ کشمیر - معجم البلدان
نجات الرشید - زمانہ ترجمہ مہابھارت - طبقات اکبر شاہی - سواطع الامام
موارد الکلم - نلدمن - لیل الوئی بجز الاسماء - مرکزہ وار - اکبر نامہ - حیار دانش - کشکول
ابو الفضل تاجک - ہری بنس - جوشن ثمرۃ الفلاسفہ - خیر البیان - خازن
اسرار - آئین اکبری -

اکبر کی علمی قدر دانی نے نہ صرف ایران - توران - عرب - عجم - روم - شام ہی
کے علما فضل اور اہل کمال کو ہندوستان میں جمع کر لیا تھا بلکہ اہل فرنگ بھی
اس کی کمال پروری کے حالات سن کر کئی مرتبہ دربار میں آئے۔ اور اس کے
حسن اخلاق اور اوصاف طبع کو دیکھ کر تنگ رہ گئے اور انعام و اکرام سے مالا مال
ہو کر اپنے ملک کو واپس گئے۔ نوساری علاقہ گجرات سے پارسی اُن موجود ہوئے
جنہیں چار سو یکہ زمین جاگیر میں مرحمت ہوئی جواب تک اُن کے قبضے میں
چلی آتی ہے۔

اکبر کے عہد کے بڑے بڑے امرا مثل بیرم خاں خانخاناں عبدالرحیم خاں
خانخاناں - امیر الامرا خاں زماں علی قلی خاں سیستانی - علامی ابو الفضل وغیرہ
کی بھی علمی فیاضیاں دیگر ملکوں کے مشہور علم دوست فرمانروائوں کی علمی فیاضیوں
سے تفصیلی حالات کے واسطے دربار اکبری صفحہ ۱۱۵ وغیرہ ۱۱۸ دیکھو۔

سے کسی طرح کم نہیں۔ صاحب مآثر الامراء - خانخاناں مرزا عبدالرحیم خاں کے حال میں
لکھتے ہیں کہ اس کے دربار میں اہل کمال کا وہ مجمع تھا جو سلطان حسین مرزا اور میر علی
شیر کے عہد میں گذرا ہے۔

اکبر کے عہد کے اگر مشہور مشہور علما فضلہ ہی کے مختصر حالات لکھے جائیں تو اس کی
اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں جنہیں شوق ہودہ اکبر نامہ - آئین اکبری - دربار اکبری
مختصر المتواریخ میں ملاحظہ فرمائیں اس مقام پر صرف مشہور و معروف علما و فضلہ کی فہرست
آئین اکبری سے درج کی جاتی ہے۔

شیخ مبارک ناگوری - شیخ نظام نارولی - شیخ ادہن (اسن اللہ) - میان و محمد الدین - شیخ
رکن الدین - شیخ عبدالعزیز دہلوی - شیخ جلال - شیخ المدیہ - مولانا حسام الدین - شیخ عبدالغفور
شیخ پنجو سنبلی - مولانا اسماعیل - مادہ ہوسری - مدہوون - نارائن اسرم - ہری سور - دامودر
رام تیرتھ - رنگ - پرمدندر - اوت - میر فتح اللہ شیرازی - میر مرتضیٰ - مولانا سعید ترکستانی
حافظ تاشکندی - مولانا شاہ محمد - مولانا علاؤ الدین - مولانا شیخ حسین - مولانا میر کلاں
غازی خاں - مولانا صادق - مولانا شاہ محمد ثانی - میاں حاتم - میاں جمال خاں - مولانا
عبدالقادر - شیخ احمد - محمد الملک - مولانا عبدالسلام - قاضی عبداللہ بن مولانا سعد اللہ
مولانا اسلمی - میر عبداللطیف - قاضی میر نور اللہ شوستری - مولانا عبدالقادر بدایونی - قاضی
عبدالسمیع - مولانا قاسم - قاضی حسن - ملا کمال - شیخ عبدالباقی - شیخ ابوالفتح
شیخ مہاوالدین مفتی - قاضی جلال الدین - شیخ ضیاء الدین - شیخ عبدالوہاب -
شیخ نعم - مولانا جمال - میر سید محمد عدل - شیخ احمدی - شیخ عبدالغنی - شیخ عبدالواحد
صدر جہاں - مولانا اسماعیل - ملا عبدالقادر اخوند - مولانا صدر جہاں ثانی - شیخ جوہر

شیخ منور قاضی ابراہیم - مولانا جمال الدین لاہوری - مولانا اسماعیل ثانی - قاضی جمال الدین
 بچے سین سور - بہان چند نہال - مولانا پیر محمد - مولانا عبد الباقی - میرزا مظہر محمد قندی
 مولانا زادہ شکر اللہ - مولانا محمد - قاسم بیگ - مولانا نور الدین ترخان - نارائن - مادہ بھٹ
 سرری بھٹ - بشن ناتھ - رام کشن - بلبدہ مصر - باسیدہ مصر - بامین بھٹ - بدیانہ اس
 گوری ناتھ - گپی ناتھ - پندت کشن - بھٹا چارج - بھاگیت بھٹا چارج - کاشی ناتھ بھٹا چارج
 ان کے علاوہ علامی ابو الفضل - فیضی - وغیرہ اکثر فضلاء امر کی فہرست میں داخل تھے
 مختلف تاریخوں اور تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ اکبر کے عہد سے لیکر سلطنت مغلیہ
 کے آخری عہد تک تمام ممالک محروسہ میں مدرسہ جاری تھے۔ اکبر کے عہد میں مدرسہ
 اور کالجوں میں تعلیم بلحاظ حالت یا مذہب طلباء کے تجویز ہوتی تھی - اخلاق - حساب
 زراعت - اقلیدس - نجوم - علم طبعی - علم تاریخ - وغیرہ کی سب کو تعلیم دی جاتی تھی - ہندو
 کو دیا کرنا اور ویدانت پڑھایا جاتا تھا۔

اکبر آباد (اگرہ) میں ایک عالیشان مدرسہ اکبر نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی کچھ عمارت
 شروع انگریزی عہد تک موجود تھی۔ چنانچہ اس عہد کا ایک مورخ اس کی
 نسبت لکھتا ہے: ”در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ جابجا مدرسہ ہا مقرر ہوئے وند و استادان
 فارس و شیراز تعلیم فرمودند۔ چنانچہ تا حال مدرسہ عالی اساس کہ رونق افزا
 پورستان سخوہیت و دیباچہ صحیفہ ہنر پروریست دین دار الخلافت عظمت اساس
 دارد و بشاہدہ کائناتش تحمیرت در دیدہ قریب میکاوی“

۱۔ ہندوستان گذشتہ حال صفحہ ۱۳۷

۲۔ تاریخ گزشتہ منشی سلیمان دوس اہل اگرہ کانجی

شہنشاہ اکبر نے اس مدرسہ کے واسطے شیراز سے چلی بیگ نام ایک
 فاضل طلبہ کیا تھا۔ جس کا فرمان ابو الفضل و فزاوہل میں موجود ہے۔
 شاہجہاں کے عہد میں مولانا عبد الحکیم سالکوتی اور حاجی محمد جان قسیمی اور عالمگیر
 کے عہد میں ملا عبد العزیز پسر ملا عبد الرشید اکبر آبادی اس مدرسہ کے مشہور مدرسوں
 میں تھے۔

اب اس مدرسہ کی کچھ عمارت باقی نہیں رہی۔ جس مقام پر مدرسہ تھا اس جگہ آبادی
 ہو گئی۔ اور ایک بڑا محل آباد ہے جو اب تک محلہ مدرسہ کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔
 آثار قدیمہ میں صرف ایک عظیم الشان مسجد باقی رہ گئی ہے۔

اسی طرح لاہور دہلی - الہ آباد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں مدرسے تعمیر ہوئے تھے۔
 لیکن ان کے تفصیلی حالات کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے۔

۱۹۹۹ء میں جب فتحپور سیکری دار الخلافت مقرر ہوا۔ اور وہاں قصر ہائے
 عالی تعمیر ہوئے تو ایک مدرسہ بھی تعمیر ہوا یہ مدرسہ محلات شاہی کے پاس اب
 تک موجود اور مدرسہ ابو الفضل کے نام سے موسوم ہے۔ اور باقی کی نیک نیتی
 یا اتفاق وقت سے اب تک اسی کا خیر کے واسطے مخصوص ہے۔ یعنی
 فتحپور سیکری کا مدرسہ تحصیل اسکول اسی عمارت میں جاری ہے۔

اکبر کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا اور باپ کے وقت کے سب قاعدوں کو جاری
 رکھا۔ شب جمعہ کو علماء اور صلی کے ساتھ صحبت رکھتا تھا خود اپنی ترک میں لکھا
 ہے ”در شبہائے جمعہ با علماء و صلیا و درویشان و گوشہ نشینان صحبت میدارم“ اس

۱۔ ابو الفضل و فزاوہل صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ لکھنؤ

نے علما اور فضلا اور دیگر ارباب استحقاق کو جاگیرین دینے میں اگر سے بھی زیادہ فیاضی
 دکھائی۔ صرف ۱۵ جلوس میں پچاسی ہزار بیگہ زمین اور چار گاؤں جاگیروں میں دے
 اور دو ہزار تین سو تائیس روپے۔ ایک اشرفی۔ ۶۰۷۰۰ درہم۔ ۸۸۰۰ چرن
 ۱۵۱۲ اتولا سونا چاندی ۱۰۰۰۰۰ دام نقد انعام و اکرام میں لٹائے۔ اسی اوسط سے
 دو سو سالوں کی بخشش کا اندازہ کرنا چاہئے۔ ۳۰۰ جلوس میں جب جاگیر
 گجرات تشریف لیکے تو سید محمد بنیرہ شاہ عالم سے جو فضلائے گجرات سے تھے
 ملکر بہت خوش ہوئے۔ ۳۰۰ جلوس میں واپسی کے وقت سید محمد کو کلام مجید
 کی تسموے کر دریافت کیا کہ جو کچھ دلی خواہش ہو بلا کسی خیال یا حجاب کے ظاہر کر دو
 سید موصوف نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ آپ نے کلام مجید کی تسموی ہے لہذا کتب خانہ
 شاہی سے ایک کلام مجید ہی مرحمت فرمایا جاوے تاکہ اُس کو ہمیشہ بطور یادگار
 کے اپنے پاس رکھوں اور اُس کے پڑھنے کا ثواب حضرت کو پہنچے۔ جہانگیر نے
 یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہایت نفیس ایک قرآن شریف سید موصوف کو مرحمت
 فرمایا اور اپنے ہاتھ سے تاریخ اور نظام اور عطیہ کا حال اُس پر لکھ دیا۔ اسی سفر میں بادشاہ
 نے دیگر علما سے گجرات کو بھی بہت سی کتابیں مثل تفسیر کشاف اور تفسیر حسینی اور
 روضۃ الاحباب کے مرحمت کر کے سب پر اپنے ہاتھ سے عطیہ کا حال لکھ دیا۔
 جہانگیر کے عہد کی علمی تاریخ میں یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ اُس نے
 ۳۰۰ جلوس میں سید محمد کو جن کا ذکر اوپر ہوا یہ حکم دیا کہ قرآن تفسیر کا لفظی ترجمہ
 فارسی زبان میں کر کے سید جلال الدین اپنے بیٹے کے ہاتھ دربار میں روانہ
 کر دیں۔ ترجمہ کی زبان نہایت سلیس اور عام فہم ہو اور اس ترجمہ تحت اللفظ میں ایک

قرآن شریف کا فارسی
 میں ترجمہ ہونا

حرف ہی اپنی طرف سے نہ بڑھایا جاوے۔

جہانگیر کے عہد کے علما میں ملا روز بہا سے تمیزی۔ ملا شکر اللہ شیرازی میر ابو القاسم
 کیلانی۔ ملا بابا کرشمیری۔ ملا محمد سیستانی۔ ملا مقصود علی قاضی نور اللہ شہرستانی۔ ملا
 فاضل کابلی۔ ملا عبدالحکیم۔ ملا عبد اللطیف سلطان پوری۔ ملا عبد الرحمن گجراتی
 ملا حسن مراغی۔ ملا محمود جو پوری۔ سید محمد گجراتی۔ قاضی نصیر برہان پوری۔ مولانا عبد
 دہلوی۔ بہتان مصر۔ پنڈت لنگو۔ ہٹا چارج بنارس مشہور ہیں۔

جہانگیر نے ۳۰۰ جلوس کے درمیان تک کے واقعات سلطنت اپنے
 ہاتھ سے لکھے ہیں۔ اس کے بعد شروع ۱۹۰ جلوس تک کے واقعات
 معتمد خاں نے اور اُس کے بعد کے حالات میر محمد ہادی نے لکھ کر کتاب ترک
 جہانگیری کو پورا کیا ہے۔ فرہنگ جہانگیری۔ مثنوی نور نامہ وغیرہ اکثر کتابیں اور بھی
 اس بادشاہ کے نام پر لکھی گئی ہیں۔

تمام مؤرخین ہند کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خاندان تیموریہ میں شاہ جہاں سے
 بڑھ کر کوئی بادشاہ سخی نہیں گذرا اُس نے اپنے عہد سلطنت میں جس الواعظی و
 علما اور فضلا کی قدر دانی کی اُس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اُس
 نے اپنی وزارت کے واسطے طبقہ علما ہی سے دوائیے شخصوں کو منتخب کیا کہ
 ہندوستان میں علامی کا خطاب ابو الفضل کے بعد صرف ان ہی دو کے
 واسطے تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اُس کا پہلا وزیر علامی افضل خاں (شکر اللہ) ایران
 کا ایک فاضل تھا۔ اور دوسرا وزیر علامی سعد الدخاں ہندوستان کے ایک
 گستاخ مگر نصیر خاندان کا بیٹا تھا۔ اور نہایت افلاس کی حالت میں علم و فضل حاصل

شاہ جہان

علامہ جہانگیری

سب کے افسر مقرر کئے گئے تھے۔

اورنگ زیب کا خط نسخ اور شعلیق بہت اچھا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے دو قرآن شریف لکھ کر اور سات ہزار روپے کے صرف سے اُن کی لوح اور جلد دل اور جلد بنوا کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ روانہ کئے تھے۔ اس بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن نقشیر ہندوستان میں بھی موجود ہے۔ جسے حال ہی میں ایک مسلمان رئیس نے وکٹوریہ میموریل ہال کلکتہ میں رکھے جانے کے واسطے جناح انسٹریوٹ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اورنگ زیب کے عہد کے علما و فضلاء میں ملا محمد زاہد۔ قاضی القضاۃ ملا عبد الوہاب۔ میر سید محمد قصبی۔ ملا عوض وجید۔ شیخ سعید الدین سرہندی۔ ملا عبد العزیز پسر ملا عبد الرشید اکبر آبادی۔ ملا یعقوب۔ مفتی ابوالبرکات۔ سید محمد بیجا پوری۔ ملا عبد اللہ سیالکوٹی۔ سید ابوسعید داماد ملا عبد الوہاب۔ قاضی شیخ الاسلام پسر ملا عبد الوہاب۔ شیخ محمد وارث۔ سید حسن رسول نما۔ شیخ عبد الطیف برہان پوری۔ میر نصیر الدین ہروی۔ سید سعد اللہ نواسی۔ شیخ پیر محمد سلونی۔ میر رفیع عثمانی۔ ملا محمد طاہر (اعتماد خاں) وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ان میں سید محمد بیجا پوری کو چھ ہزار سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔ اورنگ زیب کا بیٹا بھادر شاہ خاندان تیموریہ میں باعتبار علم و فضل کے سب سے بڑا ہوا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کی صحبت کا اُس کو بڑا شوق تھا۔ لیکن اُس کا مختصر زمانہ بھائیوں کی لڑائی اور راجپوتوں اور سکھوں کی بغاوت فرور کرنے میں گزر گیا۔ اور اس کے مرنے کے بعد اُس کا دور دورہ شروع ہوا۔ جس نے چاہا بادشاہ کو شاہ شطرنج کی طرح اٹھالیا۔ روز بروز نئے نئے بادشاہ بدلتے لگے۔ آخر کلا سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

عالم اور شعلیق بہت اچھا تھا۔

عالم اور شعلیق بہت اچھا تھا۔

بادشاہ

خود شعلیق بہت اچھا تھا۔

یہ بات بھی دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ خواتین مغلیہ میں ہی علمی قدردانی کا بے انتہا جوش تھا علی العموم سب صاحب علم۔ سخن شناس۔ سخن فہم۔ اہل سخن کی قدردانی میں شہرہ آفاق تھیں۔ ان میں سلیم سلطانہ بیگم گلبدن بیگم۔ نور جہاں بیگم۔ اجنہ بانو بیگم جہاں آرا بیگم۔ روشن آرا بیگم۔ زیب النساء بیگم۔ زینت النساء بیگم۔ اکبر آبادی بیگم خاص طور سے ممتاز ہیں۔

ماہم بیگم۔ اکبری کی آقا (دودہ پلائی) اور ادھم خاں کو کہ کی ماں تھیں۔ انہوں نے دہلی میں پرازا قلعہ کے پاس ایک عظیم الشان مدرسہ اور اُس کے پاس ایک مسجد تعمیر کرائی تھی اس مدرسہ کی کچھ عمارت اب تک موجود ہے اور اُس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

بدوران حلال الدین محمد	اکبر شاہد اکبر شاہان عادل
چوہام بیگم عصمت پناہی	بنار دایں بنابہرا فاضل
ولے شمساعی اس بقعہ خیر	شہاب الدین احمد خاں بادل
زبیر خیریت اس بقعہ خیر	اکبر شاہد تاریخ ادخیر المنازل

ماہم بیگم کی علمی قدردانی کا حال سن کر علامہ فخری بن امیری الہروی نے سندھ سے کتاب تذکرہ خواجہ العجائب اُس کے نام پر لکھ کر ارسال کی تھی۔

سلیم سلطانہ بیگم جہاں کی بہن گلرخ بیگم کی صاحبزادی تھیں۔ وہ نہایت خوش بیان شیریں کلام۔ حاضر جواب بیگم تھیں۔ کتاب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اور اہل سخن کی قدردانی میں مشہور تھیں۔ جہانگیر نے ان کی لیاقت کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اُن کی یہ بیت نقل کی ہے

اکاکت رامن رستی شہ جہاں گفتہ ام مست بودم زیں سبب حرف پریشان گفتہ ام

ماہم بیگم

سلیم سلطانہ بیگم

۱۲۰۰ء میں ۶۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور اپنے باغ واقع موضع مہار گڑھ اور فتحپور کے درمیان میں دفن ہوئیں۔

گلبدن بیگم بہایوں کی بہن تھیں ۱۷۷۷ء میں یہ اور سلیم سلطانہ بیگم گجرات کے راستہ سے حج کو گئی تھیں۔ چار حج متواتر کئے۔ ۱۷۹۹ء میں واپس آئیں۔ بہایوں نامہ ان کی حسن قیابیت کی یادگار ہے۔ جس میں بابر اور بہایوں کے عہد کے تاریخی واقعات مندرج ہیں اور جس کا انگریزی ترجمہ محمد اصل متن کے حال ہی میں مسز اے۔ ایس بیورج صاحبہ (A.S. BEVERIDGE) نے لندن سے شائع کیا ہے۔

نورجہاں بیگم اور ارجمند بانو بیگم ممتاز محل کی علمی فیاضیاں علم طرے سے مفسر ہیں ان دونوں نے سوائے چند اشعار کے اور کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی۔

جہاں آرا بیگم شاہجہاں اور ممتاز محل کی بڑی صاحبزادی اور نہایت قابل خاتون تھیں شاہجہاں کی سلطنت میں ان کو بے حد اختیار اور اقتدار حاصل تھا۔ ساٹھ لاکھ روپیہ سال کی ان کی جاگیر تھی۔ ان کی سرکارت سے بہت سے علماء فضلہ اور مشائخین کے وظیفے مقرر تھے۔ علمی یادگار سے کتاب مولنس الارواح جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی الاجیریؒ کو ذکر خیر میں ہے مشہور ہے جس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ عاقل خاں میں ان کے اس خط کی بھی نقل موجود ہے جو اورنگ زیب کے نام جبکہ وہ شاہجہاں کی بیماری کی حالت میں دکن سے معہ فوج کے دارالخلافہ کی طرف آرہا تھا۔ روانہ کیا گیا تھا۔

اگرہ کی جامع مسجد بھی جہاں آرا بیگم کے آثار خیر سے ہے۔ اس میں انہوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جو اس وقت تک جاری ہے۔ اور مسجد کی دو کانون کی آمدنی سے

گلبدن بیگم
بہایوں نامہ

نورجہاں بیگم
ارجمند بانو بیگم

جہاں آرا بیگم

اگرہ کی جامع مسجد
مدرسہ

جو اس کے اور مسجد کے اخراجات کے واسطے وقف کی گئی تھیں اس کا خرچ چلتا ہے۔ شہنشاہ عالمگیر کی بیٹی زینب النساء بیگم خاندان مغلیہ کی خواتین میں سب سے زیادہ علم و دست تھیں۔ علماء فضلہ اور شعر کی قدر دانی میں اپنی کل آمدنی صرف کر دیتی تھیں۔ ان کی سرکاری بڑے بڑے عالم فاضل اور خوشنویس کا تہ ملزم تھے۔ شاہزادی موصوف نے ہندوستان کے مختلف مقامات اور ایران و توران سے تادرونایاب کتابوں کی نقلیں صرف کثیر سے ہمہ پہنچ کر ایک ایسا بی نظیر کتب خانہ قائم کیا تھا جس کا شہر ایران و توران تک تھا۔ چونکہ کشمیر کا کاغذ بہت اچھا ہوتا تھا۔ لہذا وہاں کتابت کا دفتر بنکرانی ملا محمد شفیع الدین قائم تھا اور وہاں سے کتابیں نقل ہو کر دہلی میں آتی تھیں اور شاہزادی کے ملاحظہ کے بعد کتب خانہ میں رکھی جاتی تھیں۔

زینب النساء بیگم کے حکم سے ملا محمد شفیع الدین اور ملا عنایت احمد نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھ کر اس کو زینب التفسیر کے نام سے مسموع کیا۔ اور اس خوبصورتی سے اس کو راستہ کر ایک شہنشاہ عالمگیر اس کو دیکھ کر بھڑک گیا۔ بے نظیر قلمی نسخہ اب تک دولت ایران کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔

زینب النساء بیگم کی بہت سی تصانیف بتلائی جاتی ہیں۔ مگر ہندوستان میں عام طور سے سوائے دیوان کے اور کوئی تصنیف دستیاب نہیں ہوتی۔

اکبر آبادی بیگم شاہجہاں کی ایک بیگم کا نام یا خطاب تھا۔ یہ بڑی نیک اور قابل بی بی تھیں۔ انہوں نے اگرہ اور دہلی میں ایک ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ دہلی کی مسجد شہزادہ میں بنکر تیار ہوئی۔ بادشاہ بھی ان کی خاطر سے اس کے ملاحظہ واسطے تشریف لگے۔

۱۔ حیات زینب النساء بیگم مطبعہ مطہر خادم تعلیم لاہور صفحہ ۴۱۔

زینب النساء بیگم
کتب خانہ

زینب النساء

اکبر آبادی بیگم
ان کی مسجد

بیگم نے جو اہل اور مرصع آلات پیش کش کئے۔
یہ مسجد دو برس کے عرصہ میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرف سے تعمیر ہوئی اس کے اخراجات
واسطے جامداد وقف کی گئی۔ مسجد کے احاطہ میں ایک مدرسہ بھی تعمیر کیا گیا جس کے
معلموں اور طالب علموں کا خرچ اسی وقف سے دیا جاتا رہا۔
ان مدارس کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں اور بھی بہت سے
مدرس لوگوں نے قائم کئے تھے۔ ہمیں سرسری تلاش سے جتنے مدرسوں کا پتہ چلا
ہے انہیں بطور فهرست ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان کے مختلف بڑے
بڑے شہروں میں جو کسی وقت دارالحکومت رہ چکے ہیں مقامی تحقیقات کی جاوے
تو اب بھی اس قسم کی یادگاروں کے بہت سے نشانات مل سکتے ہیں مگر حکام کسی
ایک شخص کے اختیار سے باہر ہے۔

ہندوستان کے دیگر
کئی کئی شہر

نام مدرسہ	مقام	کیفیت
مدرسہ کلاں	بدایوں	یہ بڑا عالیشان مدرسہ جامع مسجد بدایوں کے پیچھے واقع تھا۔ اس کے باقی کا نام کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گذرا۔ مشہور ہے کہ اس مدرسہ سے صدہا عالم تعلیم پانکے۔ مولانا خواجہ زین الدین جن کی تعریف حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء سے فوائد النور میں مرقوم ہے اس میں مدرس تھے۔ یہ مدرسہ مدرسہ معز یہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

نام مدرسہ	مقام	کیفیت
مدرسہ گوالیار	گوالیار	شہنشاہ بابر کے عہد میں اس کے ایک امیر محمد داد نے جو گوالیار کا حاکم تھا اس مدرسہ کو جاری کیا تھا۔
مدرسہ آگرہ	آگرہ	مولانا شیخ زین الدین خاں دہلوی نے جو بابر اور ہمایوں کے عہد میں ہندوستان کے صدر (عہدہ) کا نام ہے) تھے ہمایوں کے عہد میں آگرہ میں جہنا پار ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد سے میں تعمیر کرائی تھی۔ اب مدرسہ اور خانقاہ کا تو پتہ نہیں مگر مسجد شکستہ حالت میں اس وقت تک موجود ہے۔ اور موضع کچ پورہ چاک ہنم سواد شہر آگرہ میں واقع ہے۔ مولانا موصوف اور دیگر بزرگان عہد کے مزارات بھی قریب ہی واقع ہیں۔ اکبر کے عہد میں مولانا علاؤ الدین لاری ایک بزرگ تھے جنہوں نے شرح عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا ہے انہوں نے آگرہ میں ۹۶۹ھ میں چہرہ الذکر ایک مدرسہ جاری کیا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے مدرسہ خاں کی تاریخ لکھی۔
فخر المربع درج المفاخر	فرخ آباد	سید ولی اللہ ولد سید احمد علی سائتہمی کے رہنموا سے

نام مدرسہ	مقام	کیفیت
		<p>تھے۔ یہ نو برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ فرخ آباد میں آئے۔ فرخ آباد بریلی قنوج میں علم کی تحصیل کی اور مولانا عبدالواسط قنوجی سے فضیلت کی سند حاصل کی ۱۱۹۹ھ میں حج کو تشریف لے گئے۔ اور ۱۱۹۹ھ میں واپس اگر فرخ آباد میں سکونت اختیار کی۔ اور جو کچھ صرف سے پس انداز ہوا اس کو جمع کر کے انھوں نے چند قطعہ مکانات خریدے اور سب کو ملا کر ۱۲۲۲ھ میں یہ مدرسہ تعمیر کرایا۔ اور خود سات تک اس میں درس دیتے رہے۔</p> <p>۲۹۔ اگست ۱۸۵۹ء کو ریش گورنمنٹ کے عہد میں ولی اللہ شہر فرخ آباد کے مفتی مقرر ہوئے۔ اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۳۸ء تک اس عہدے پر سر فراز رہے۔ اس مدرسہ کے متعلق ایک کتب خانہ بھی تھا۔ جو اب تک مدرسہ کی عمارت میں موجود ہے۔ مفتی ولی اللہ نے ۵۔ جمادی الثانی ۱۲۳۹ھ کو انتقال کیا کسی نے تاریخ وفات خوب کہی ہے۔</p> <p>گنج معنی بخت زیر زمیں مدفون گردند گنج علم بجاک</p>

نام مدرسہ	مقام	کیفیت
مدرسہ نواب حافظ رحمت خاں	پیلی بہیت	<p>نواب حافظ رحمت خاں والی روہیلکھنڈ بہت عابد و زاہد بزرگ تھے علمی فضل اور سادات اور شیوخ سے نہایت محبت و الفت اور برادرانہ طریق سے پیش کرتے تھے۔ اُن کی علمی قدر دانی اور دینداری کی شہرت منکر بڑے بڑے فضلاء مثل مولانا عبدالعلی لکھنوی کے روہیلکھنڈ میں آگئے تھے۔ انہوں نے سب کی پیش قرار تخیل میں اور روئے مقرر کر دے تھے۔ اور اُن کے واسطے بہت سے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کرا دی تھیں۔ جہاں وہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ جب ۱۸۵۸ء میں اس کے قریب انہوں نے تین ساڑھے تیس لاکھ روپیہ کے صرف سے پیلی بہیت میں جامع مسجد تعمیر کرائی تو اسی کے قریب ایک عالی شان مدرسہ بھی تعمیر کرایا۔ اس مدرسہ کے طالب علموں اور مدرسوں کی واسطے وقفہ اور تخیل میں مقرر کیں۔ جب کوئی طالب علم اس مدرسہ کا درجہ فضیلت کو پہنچتا تو نواب موصوف اپنے ہاتھ سے دستِ فضیلت اس کے سر پر باندھتے اور شل</p>

نام مدرس	مقام	کیفیت
		دیگر علما کے اس کا بھی وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ اس مدرسہ کے کل طلبہ کو کتابیں بھی سرکار سے ملتی تھیں۔ اب یہ مدرسہ موجود نہیں لیکن وہ مقام جہاں یہ مدرسہ واقع تھا اب تک مدرسہ کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ حافظ رحمت خاں نے مشن سلی ہیٹ کے بریلی اور شاہجہانپور میں بھی دو مدرسے بنوائے تھے۔ اور جو انتظام سلی ہیٹ کے مدرسے میں تھا وہی ان میں تھا۔ نواب محمد خاں بنگلش والی فرخ آباد نے تعمیر کرایا تھا۔ جس جگہ یہ مدرسہ تھا وہ اب تک مدرسہ کے نام سے مشہور اور محل چھاؤنی میں واقع ہے اسی کے قریب شجاعت خاں نے جو نواب احمد خاں کا خانہ ماں تھا۔ ایک باغ نصب کرایا تھا۔ غلام محمد غوث خاں آخری نواب کرناٹک تھے اس مدرسہ کو قائم کیا تھا۔ ۱۸۵۹ء سے برٹش گورنمنٹ کی نگرانی میں ہے۔ یہ جنوبی ہند میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔
مدرسہ حافظ رحمت خاں شاہجہانپور	بریلی	
مدرسہ فرخ آباد	فرخ آباد	
مدرسہ اعظم	مدراں	

نام مدرسہ	مقام	کیفیت
مدرسہ اورنگ آباد	اورنگ آباد	یہ اسلامی مدرسہ اورنگ آباد ضلع گیا صوبہ بنگال میں واقع ہے۔ مبلغ چار سو روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد اس وقت تک وقف ہے۔ اس کے بانی کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔
مدرسہ سہرام	سہرام	سہرام صوبہ بنگال میں حضرت شاہ کبیر علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے متعلق یہ مدرسہ جاری ہے۔ اس کا سالانہ خرج پانچ سو روپیہ ہے۔ اس کے متعلق ایک عظیم الشان کتاب خانہ بھی ہے۔ جو تین سو ایک لاکھ روپیہ مالیت کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے واسطے کثیر آمدنی کی جائداد فرخ سیر اور شاہ عالم بادشاہ کی وقت سے وقف ہے۔
مدرسہ عربی فتح پوری	دہلی	فتح پوری بیگم شاہجہاں کی ایک بیگم کا خطاب تھا۔ جن کے آثار وغیرہ دہلی اور اگرہ میں ایک ایک مسجد اس وقت تک موجود ہے۔ دہلی کی مسجد کے احاطہ میں انہوں نے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا جو اب تک جاری ہے۔ اس میں ایک بورڈنگ ہوس بھی موجود ہے مسجد اور مدرسہ کی کل آمدنی اس وقت

تام مدرسہ	مقام	کیفیت
		<p>آئمہ سورپوہ ماہوار سے زیادہ ہے جس میں سے سو روپیہ ماہوار مسجد کے اخراجات کے واسطے مخصوص ہیں اور دو سو روپیہ ماہوار مدرسہ پر خرچ کیا جاتا ہے بقدر روپیہ بنک میں جمع کیا جاتا ہے۔ مدرسہ کے متعلق ایک چوٹا سا کتب خانہ بھی موجود ہے۔</p>
		<p>ہندوستان کی گذشتہ تعلیمی حالات دکھانے کے واسطے تاوقتیکہ ان مشہور و معروف علما اور مشہور مدرسوں کے حالات جن کی تمام عمر درس و تدریس میں گذری اور جن کے حلقہ درس سے سیکڑوں ہزاروں طالب علم فارغ التحصیل ہو کر نکلے نہ بیان کئے جائیں تو یہ مضمون غیر مکمل رہے گا لہذا ہم بہت مختصر طور سے بطور فہرست کے چند مشہور علما کے حالات ذیل میں درج کرتے ہیں جنہیں بطور نمونہ کے سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ اگر ہندوستان کے کل ایسے علما کے مختصر حالات بھی لکھ جائیں تو اس کے واسطے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔</p>



نام	مقام	کیفیت
خواجہ ضیاء الدین نجفی	بدایوں	<p>مختص کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان میں وارد ہو کر بدایوں میں مقیم ہوئے نہایت درجہ کے عالم فاضل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ علم طب اور روایتی میں بھی اگاہی رکھتے تھے تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے شاہدہ میں انتقال کیا بہت سی تصانیف مثل سلک السلوک عشرہ مبشرہ کلیات جبریات طوطی نامہ شرح فاطمینہ نجدی۔ چل ناموس وغیرہ یادگار چھوڑیں۔</p>
مولانا سید علاء الدین اصولی	"	<p>سید شرف الدین اعلیٰ کے بیٹے تھے علوم نظامی معقول و منقول و اصول و کلام و فقہ و حدیث کے عالم متبحر تھے۔ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کی اوستادی کا خزانہ آپ کو حاصل تھا۔ اور حضرت نے کتاب قدوری ان ہی سے پڑھی تھی۔</p>
مولانا رضی الدین بدایونی	بدایوں	<p>چھانہ (ماوراء النہر) کے رہنے والے تھے۔ زمانہ قطب الدین ایبک۔ یا شمس الدین التمش میں ہندوستان میں وارد ہو کر بدایوں میں سکونت پذیر ہوئے اکابر علما اور اہل اولیاء سے تھے علم حدیث کے بڑے فاضل</p>

نام	مقام	مختصر حالات
علامہ زمان قاضی کمال الدین جعفری	بدایونی	تھے چنانچہ کتاب مشارق الانوار جس میں تیس ہزار حدیثیں آپ نے جمع کی ہیں۔ آپ کی یادگار سے ہے۔
شیخ عبداللہ عارف باللہ		بڑے عالم فاضل تھے۔ فقہ میں کتاب مفتی آپ کی تصنیف سے ہے بدایوں کے قاضی تھے اور تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ان کے بیٹے شیخ برہان الدین بھی علماء عصر سے تھے۔
		سمانہ ملک پنجاب کے رہنے والے اور قوم ہندو سے تھے۔ بچپن میں ایک دن بوستان کا سبق استاد سے پڑھتے تھے جب اس بہت کو پڑھا۔
		محال ست سعدی گراہ صفا + توان نت جز در پیر مصطفیٰ استاد سے پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ چونکہ یہ ایک مذہبی بات تھی استاد نے اول تو ٹالنا چاہا مگر جب انہوں نے یہ لکھا کہ تا وقتیکہ آپ اس شعر کے معنی نہ بتا دیں گے میں آگے سبق نہ پڑھوں گا تو استاد نے اس شعر کے معنی بتا کر انحضرت کے مختصر حالات بھی بیان فرمائے۔ آپ نے یہ حالات

نام	مقام	مختصر حالات
میرزا جلال بدایونی	بدایوں	سننے ہی کلمہ طیبہ پڑھا اور ایمان لائے اس کے بعد سفر دہلی اختیار کیا اور اکثر بزرگان روزگار سے علم ظاہری اور باطنی حاصل کیا اس کے بعد سالہا سال بدایوں میں درس اور استفادہ لوگوں کو فرمائے رہے ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے نامی عالم ہوئے۔ لوگ دور و دراز سے علم حاصل کرنے کو ان کے پاس آتے تھے ملا عابد القادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ نے بھی علم کلام میں کتاب شرح صیغ الف اور اصول فقہ میں کتاب تحقیق آپ سے پڑھی تھی لکھتے ہیں کہ بڑے بڑے صاحب استعداد طالب علم سبق میں شریک ہوتے تھے اور طرح طرح کے دقیق اشکال پیش کرتے تھے مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کو کتاب کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہوئی ہو۔
شیخ برہان الدین محمد دہلوی	دہلی	سکندر لودھی کے زمانہ میں بدایوں میں تدریس و افتادہ عالم میں مشغول تھے۔
اسعد الباقی		سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کے علما میں سے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کمال کا درجہ حاصل تھا۔

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ ابوالعون بن الدین گنج العلم جیندی	بیجاپور	تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ۱۷۷۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور وطن کی ہجرت کر کے گجرات وغیرہ کے علماء سے علمی فائدہ حاصل کرتے ہوئے دولت آباد میں تشریف لائے اور وہاں سید فخیر علی الدین جیندی سے جو دہلی کے اکابر اولیاء سے تھے بیعت کی ۱۷۷۵ء میں بیجاپور میں تشریف لائے۔ آپ بہت بڑے عالم تھے علوم متداول میں آپ نے بہت سی تصنیفات کیں جن کی تعداد ۱۳۲۰ بتلائی جاتی ہے۔ آپ نے تمام عمر پڑھانے میں صرف کی بڑے بڑے فضلاء مثل سید محمد بنہ نواز گیسو دراز شاہ زین الحق دولت آبادی۔ شیخ عبداللہ الغزالی ابوالقاسم سلطان پیر ضیاء الدین خزنوی وغیرہ کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ ۸۹ برس کی عمر میں ۱۷۷۵ء میں آپ نے انتقال کیا۔ آپ کے علم کی اس وقت تک یہ شہرت ہے کہ بعض جہلاً اپنے بچوں کے ذہن تیز ہونے کے واسطے آپ کے مزار کی مٹی کھاتے ہیں۔ مزار پر جو تہ ہے وہ خواجہ محمود کاوان وزیر محمد شاہ بہمنی کا بنایا ہوا ہے۔

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ صبغۃ اللہ دہلوی بہروچی۔ مدنی	بہروچ	آپ کا زار مدینہ منورہ میں ہے ۹۵۲ھ میں بمقام بہروچ پیدا ہوئے خیر الناس تاریخ ولادت ہے جب سن تیز کو پہنچے تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور گجرات میں آکر شاہ وحید الدین کے حلقہ درس میں داخل ہوئے ۹ برس تک احمد آباد میں تحصیل علم کر کے حسب الحکم اپنے استاد کے وطن واپس گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ تصوف میں کتاب الواحدہ۔ رسالہ ارواء الدقائق شرح مرآة الحقائق۔ مالا تنع المرید ترک کل يوم من سنن القوم آپ کی تصنیف سے ہیں اور جو انہیں بھنٹہ حضرت محمد غوث گویا ری کا عربی میں ترجمہ آپ نے کیا تھا۔ آپ کے مشہور شاگرد حسب ذیل ہیں۔ شیخ عبدالعظیم محمد کافعی۔ شیخ علی کشایش۔ شیخ عبدالصمد۔ شیخ ابراہیم۔ شیخ سنو۔ سید عبدالمجیب۔ مولانا حبیب اللہ بیجاپوری شیخ عبدالحکیم۔ میاں یوسف۔ سید عبداللہ۔ شاہ مرتضیٰ گادری۔ سید محمد بخاری۔ سید میر۔ شیخ احمد شناوی۔ شیخ صبغۃ اللہ بہروچی کے شاگرد تھے۔ پیری مدینی کے
ملا حبیب اللہ بیجاپوری	بیجاپور	

نام	مقام	مختصر حالات
		<p>علاوہ تعلیم و تعلم سے بے حد شوق تھا۔ ہمیشہ طالب علموں کو پڑھانے کے لئے تھے بہت سی کتابیں مثل شرح چمنی شرح تخریر پر حاشیے لکھے ہیں۔ شیخ نیک اللہ بن شمس الدین جو بڑے پرنیزگار عالم تھے۔ اور شیخ عبدالقادر جنہوں نے ان کے ملفوظات لکھے ہیں آپ کے شاگردوں میں مشہور ہیں۔</p> <p>بیجا پور کے اہل دل اور نامور عالموں سے تھے یہ ملا احمد قادری کے بیٹے تھے۔</p> <p>سنہ ۹۱۸ھ میں گجرات (احمد آباد) میں پیدا ہوئے۔ سن ۹۲۸ھ کو بیجا پور مولوی عطاء الدین طاہری کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔ ۲۴ برس کی عمر سے طالب علموں کو پڑھانا شروع کیا اور ۴۲ برس سے زیادہ اسی شغل میں مصروف رہے۔</p> <p>وہی کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس پر انہوں نے حاشیہ نہ لکھا ہو۔ ہزار ہا مخلوق کو ان سے علمی فیض حاصل ہوا جن میں سے ۸۰ آدمی بڑے بڑے فاضل ہوئے</p> <p>ان میں ملا حسن مراغی۔ اور عبدالرحمان ہونزہ بہت مشہور ہیں آپ نے اپنے درس کا نام درس محمدی رکھا تھا۔ ۹۴۹ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔</p>

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ معین	لاہور	<p>ملا معین واعظ صاحب معراج القیوۃ کے پوتے تھے بڑے فزشتہ خصالت بزرگ تھے اکبر کے زمانہ میں مدت تک لاہور کے قاضی رہے مگر مشہور ہے کہ اس زمانہ میں انہوں نے ایک مقدمہ بھی فیصل نہیں کیا۔</p> <p>جب مدعی بہت ضد کرتا تو نہایت خوشامد اور عاجزی سے کہتے تھے کہ خدا کے لئے تم آپس میں صلح کر لو اور جہکلو اس کے مؤخذہ سے بچو و تم دونوں دانامو اور ایک جہد نادان کو تم دو داناؤں سے پالا پڑا ہے خدا سے مجھے شرمندہ مت کرو۔ پڑھانے کا بہت شوق تھا۔ تنخواذ کی جگہ درآمدی ہوتی تھی سب کاتبوں کی اجرت میں صرف ہوتی تھی۔ عہدہ عمدہ کتبیں لکھواتی تھے اور مقابلہ کر کے جلد بند ہوا کر طالب علموں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ تمام عمر یہی شغل رہا۔ اور ہزاروں کتابیں اللہ تقسیم کر دیں۔ سنہ ۹۹۵ھ میں وفات پائی۔</p> <p>شمشاد اکبر کے عہد میں لاہور کے شاہی مدرسے میں مدرس تھے۔ حاجی ممدی کے جو مشہور علماء سے تھے داماد اور ملا اسماعیل کے شاگرد تھے۔ جمیع علوم عقلی و نقلی</p>
مولانا جمال تلہ	لاہور	

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ سعد الشنخوسی	بیانہ	سے موصوف تھے۔ آٹھ برس کی عمر سے طالب علم ہو کر پڑھنا شروع کیا تھا۔ تقریر اور لکھنا کی نہایت عمدہ اور صاف ہوتی تھی۔ معقول اور نقول کے مشکل مشکل دقیقہ آسانی سے شاگردوں کو سمجھا دیتے تھے۔ شیخ فیضی کی تفسیر سوانح الامامین انہوں نے اصلاح دی تھی۔ آپ کا نام سے لاہور میں ایک محلہ مشہور تھا۔ بہت پتہ میں آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے عالم فاضل گزرو ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر اس فہرست میں موجود ہے۔ آپ نے بیان میں ایک خانقاہ بنائی تھی وہیں مقیم رہتے اور طلباء اور اہل سلوک کو تعلیم دیا کرتے تھے علم نجوم میں بنیظیر تھے۔ ۹۸۹ھ میں انتقال ہوا اور اسی خانقاہ میں دفن ہوئے۔
سید شاہ میر سامانہ	اگرہ	فضائل علمی سے آراستہ اور کمالات باطنی سے پرآستہ تھے۔ اگرہ میں جناب شیخ بہار الدین مفتی کے قریب رہتے تھے۔ قناعت اختیار کر کے تمام عمر طلباء کے پڑھانے میں مصروف رہے۔ ان کے شاگردوں میں مولانا فرید بہت مشہور ہوئے۔

نام	مقام	مختصر حالات
میان کمال الدین حسین شیرازی	اگرہ	مولانا حسن شیرازی کے بیٹے تھے۔ سکندر لودھی کے زمانہ میں اگرہ تشریف لائے۔ اور یہیں سکونت اختیار کی۔ شیخ زین الدین نے ان کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے۔ بہت شیریں عقل و نقل و خرم بشوہ جامع المعقول و النقل صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ ان کے کمالات اور اخلاق حد بیان سے باہر ہیں گویا آدمی کی صورت میں فرشتہ تھے۔ کبھی دہلی اور کبھی اگرہ میں رہتے تھے۔ استعداد علمی میں بڑے کامل اور شاعری اور نحو و تہذیبی اور انشا اور اہل آلاؤں کے موروثی علم تھے۔ تمام عمر درس و افتاء میں مصروف رہے۔
شیخ ابو الفتح تہانسی	اگرہ	بہت بڑے عالم تھے علم حدیث میر سید رفیع الدین کو حاصل کیا تھا پچاس برس تک سید موصوف کے محلہ میں علوم عقلی و نقلی کا درس فرماتے رہے ان کے شاگردوں میں بہت لوگ فاضل ہوئے۔ صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں اور کمال الدین حسین شرکت میں ان سے سبق پڑھا کرتے تھے۔ ایک

نام	مقام	مختصر حالات
مولانا عثمان بنگالی	سینس	بیٹا شیخ حسی الکر کے عہد میں اگرہ کا مفتی تھا۔ علم فضل میں بے نظیر اور سنبل میں طالب علم کو پڑھاتا تھے۔ میاں حاتم سنہلی نے بھی ان سے پڑھا تھا۔
شیخ حسین بزمہری	دہلی	جتنے علوم نقلی ہندوستان میں مروج ہیں سب میں کامل تھے۔ الکر کے عہد میں دہلی کے شاہی مدرسے میں طالب علم کو پڑھایا کرتے تھے۔
قاضی مبارک گواموی	گواپٹو	حضرت شیخ نظام الدین اینٹھوی کے شاگرد رشید اور سب علوم میں کامل تھے ان کی علمی شہرت کا حال سن کر دور دراز سے طالب علم گواپٹو آتے تھے اور اون سے کمال حاصل کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بہت سے عالم فاضل ہوئے انہیں میں سید محی الدین اور مخدوم شیخ بڑہ بھی تھے۔
قاضی نور اللہ شوہتری	اگرہ	مذہب شیعہ کے پابند تھے۔ نیک نفسی انصاف پسند حیا۔ تقویٰ اور جتنی صفیں شرفیوں میں چاہئیں سب ان میں موجود تھیں۔ علم اور حلم اور یتیمی طبیعت اور صفائی دہن میں مشہور تھے بہت سی کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں شیخ فیضی کی

نام	مقام	مختصر حالات
قاضی مبارک گواموی	گواپٹو	بیٹا شیخ حسی الکر کے عہد میں اگرہ کا مفتی تھا۔ علم فضل میں بے نظیر اور سنبل میں طالب علم کو پڑھاتا تھے۔ میاں حاتم سنہلی نے بھی ان سے پڑھا تھا۔
شیخ حسین بزمہری	دہلی	جتنے علوم نقلی ہندوستان میں مروج ہیں سب میں کامل تھے۔ الکر کے عہد میں دہلی کے شاہی مدرسے میں طالب علم کو پڑھایا کرتے تھے۔
قاضی مبارک گواموی	گواپٹو	حضرت شیخ نظام الدین اینٹھوی کے شاگرد رشید اور سب علوم میں کامل تھے ان کی علمی شہرت کا حال سن کر دور دراز سے طالب علم گواپٹو آتے تھے اور اون سے کمال حاصل کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بہت سے عالم فاضل ہوئے انہیں میں سید محی الدین اور مخدوم شیخ بڑہ بھی تھے۔
قاضی نور اللہ شوہتری	اگرہ	مذہب شیعہ کے پابند تھے۔ نیک نفسی انصاف پسند حیا۔ تقویٰ اور جتنی صفیں شرفیوں میں چاہئیں سب ان میں موجود تھیں۔ علم اور حلم اور یتیمی طبیعت اور صفائی دہن میں مشہور تھے بہت سی کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں شیخ فیضی کی

نام	مقام	مختصر حالات
مولانا میر کلاں	الکڑہ	<p>بڑی مہارت تھی۔ تمام عمر درس و افادہ میں مشغول رہے جو کچھ جاگیر سے آمدنی ہوتی تھی سب طالب علموں کے صرف میں اوتھا دیتے تھے۔ شرح عقاید پر ایک حاشیہ لکھا تھا۔ اگرچہ ہر چند ان کو ملازمت کی تکلیف دینا چاہی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔</p> <p>کمالات ظاہری اور باطنی خصوصاً علم حدیث میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ انکی سرشت میں داخل تھا۔ تمام عمر علوم دینی کا فیض اداں سے جاری رہا۔</p> <p>آپ نے تمام عمر محض اس وجہ سے شادی نہ کی کہ شادی بی بی والدہ کی اطاعت نہ کرے ۹۸ھ میں انتقال کیا۔ اور اگر وہ میں دفن ہو سوقت ان کی والدہ زندہ تھیں اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھیں۔ جب ان باکمال سیدہ نے بیٹے کے مرنے کی خبر سنی اور لوگوں نے ان سے تجویز تکفین کی اجازت مانگی تو اوہوں نے صرف انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اجازت دی اور پھر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور کچھ جزیع جزیع ان سے ظاہر نہ ہوا</p>

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ بیلول دہلوی	دہلی	<p>علم حدیث میں بڑے کامل تھے اہل دنیا سے بالکل قطع تعلق کر دیا تھا، و طالب علموں کے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے۔ اگرچہ عہد کے فضلاء سمیتہ جمیع علوم عقلی اور نقلی کے جامع تھے۔ کالات شاعری سے بھی مرصوف اور حق تخلص کرتے تھے تصانیف سے ایک ترجمہ تاریخ مدینہ اور دوسری ہندوستان کے اولیاء کے حالات میں ایک کتاب بہت مشہور ہے جس کی ذکر الاولیاء تاریخ ہے۔ ابتدا میں شیخ فیضی اور مرزا نظام الدین احمد کی مصاحبت میں تھے۔ اس کے بعد حج کو شریف لے گئے اور شیخ عبدالوہاب ہندسی سے علم حدیث کی تکمیل کر کے ہندوستان میں واپس آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ہر چند شیخ فیضی نے بلایا مگر وہ نہ آئے اور لکھنؤ بھی آئیں مگر دینی تعلقات بالکل ترک کر کے ہیں۔</p>
میاں الاد او لکھنوی	لکھنؤ	<p>بڑے مستعد اور ذہین عالم تھے فقہ اور عربیت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ یہ شیخ اعظم لکھنؤ کی اولاد ہیں</p>

نام	مقام	مختصر حالات
میان جمال خان	دہلی	تھے جن کا امام اعظم ثانی خطاب تھا۔ صاحب منتخب النسخ لکھتے ہیں کہ میں نے ان کی تصانیف سے دو چیزیں بہت عمدہ دیکھیں۔ اول ایک رسالہ تھا جس کے صفحہ کے طول میں چودہ سطریں اور عرض میں بھی اسی قدر جدول میں لکھی تھیں اور ان میں سے چودہ علموں کے احکام اور مسائل نکلتے تھے۔ دوسرا ایک رسالہ تھا جس کی عبارت مقامات حریری کے طور پر لکھی تھی اور اس کا قبطون نام رکھا تھا۔
		قوم کنبہ سے تھے اپنے والد بزرگوار شیخ نصیر الدین اور اپنے بہائی میاں لاٹن کے شاگرد تھے بڑے نامور علما سے تھے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ خصوصاً فقہ۔ کلام اور عربیت اور تفسیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے مفتاح کی دونوں شہزادوں کا انہوں نے محاکمہ کیا جو عصفہ ہی کو جو طبری انتہا کی کتاب ہے چالیس مرتبہ شاگردوں کو اول سے آخر تک پڑایا۔ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہتے تھے ان کا اکثر شاگرد فاضل ہو کر ۹۸۵ھ میں ۹۰ برس کی عمر انتقال کیا۔

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ الدیہ خیر آبادی	خیر آباد	شیخ صفی خلیفہ شیخ سعید کے مرید اور بڑے عالم متبحر تھے ابتداً احوال میں برسوں درس و افتادہ میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے نامی گرامی فاضل ہوئے۔ آخر میں بالکل طریقہ صوفیہ کے پابند ہو گئے ۹۹۳ھ میں انتقال کیا۔
شیخ عزیز اللہ	دہلی	اپنے پد بزرگوار شیخ محسن کے مرید تھے عجز و انکسار مزاج میں بہت تھا۔ اگر کوئی محتاج آدمی کسی کافر سے بھی ان کی سفارش چاہتا تو خواہ وہ کتنی ہی مسافت بعید پر ہو یا پیادہ بے تکلف چلے جائے اور اس کی حاجت روائی کرتے تھے۔ کمالات باطنی کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی کامل تھے۔ تفسیر عرائس اور عوارف اور خصوصاً الحکم اور اس کی شرحیں ہمیشہ شاگردوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ ان کی تصنیف سے رسالہ عینہ جو جوانوں نے شیخ مان بانی پتی کے رسالہ غیرت کے مقابلہ میں لکھا تھا۔ اس میں مسکوحدت وجود کے بہت باریک نکتہ بیان کئے ہیں ۹۷۵ھ میں ان کا انتقال ہوا قطب طریقت نماند و فاضل کی

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ جلال تہانیری	تہانیری	تاریخ ہے۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے بہت دلوں تک علوم دینیہ کا افادہ کرتے رہے آخر علوم ہرمیہ کو چھوڑ کر شیعہ نشینی اختیار کی ۹۸۹ھ میں انتقال کیا۔
سید مولانا رفیع الدین صفوی محدث اکبر آبادی	اگرہ	آپ بڑے عالی خاندان سے تھے اور علما اور محدثین عالی رتبہ میں شمار ہوتے تھے۔ سکنہ لدھی کے زمانہ میں اگر آباد ہوئے۔ بادشاہ نے محضرت مقدسہ خطاب دیا تھا۔ تمام اہل اسلام کے دلوں پر ان کا نیک اثر تھا۔ اور بادشاہ وقت بھی ہمیشہ ان سے قوی طلب کرتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس سے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے باوجود شاہان وقت کے اصرار کے دربار کی نوکری کسی نہیں کی ۹۵۲ھ میں اگرہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔
علامہ فاضل	لاہور	بخشاں کے رہنے والے تھے۔ سن تیز رہنے کا اول کابل میں آئے اور علامہ صادق حلوانی کے شاگردوں

نام	مقام	مختصر حالات
علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی	سیالکوٹ اگرہ وغیرہ	میں داخل ہوئے۔ پھر توران گئے اور ملا خرا جہان شیرازی اور ملا محمد یوسف سے فیض حاصل کیا۔ وہاں سے لاہور میں وارد ہوئے اور مولانا جمال تلمیذ سے تفسیر اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور علوم عقلیہ اور نقلیہ میں کمال پیدا کیا جہانگیر کے زمانہ میں منصب عدالت پر سرفراز تھے ۱۰۰۰ھ جلوس شاہجہانی میں لاہور کے مدرس مقرر ہوئے اور تمام عمر اسی خدمت پر مامور رہے
		ہندوستان کے مشہور علما فضلاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے یہ اور علامی سعد اللہ خاں دونوں ایک ساتھ ملا لکھا کثیری سیالکوٹی سے پڑھتے تھے۔ یہ سعد اللہ خاں سے سبق میں پیش قدم تھے۔ مگر سعد اللہ خاں قسمت کے پیش قدم نکلے اور علامی کے خطاب سے موصوف ہو کر پڑھتے رہتے شاہجہاں کے وزیر ہو گئے۔
		انہیں جہانگیر کے عہد میں مدد معاش کے نام سے کچھ جاگیر مل گئی تھی۔ شاہجہاں کے عہد میں کئی گاؤں جاگیر میں ملے۔ اور ہمیشہ انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے رہے اور تمام عمر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ اگر آباد کے

نام	مقام	مختصر حالات
علامہ یوسف لاہوری	لاہور	شاہی مدرسہ میں مدتوں مدرس اول رہے۔ ان کی اکثر تصانیف مشہور ہے۔ مولانا جمال لاہوری کے شاگرد اور متقلات میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔ ۵۰ برس تک درس میں مشغول رہے اور ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے صاحب کمال ہوئے۔ ۸۰ برس کی عمر میں شاہجہان کے عہد میں انتقال کیا۔
علامہ عبدالسلام لاہوری	"	لاہور کے مفتی تھے۔ ادب، فقہ، اصول اور جملہ علوم عقلی و نقلی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ۶۰ برس تک درس دیتے رہے۔ ان کے شاگردوں میں بہت سے فاضل ہوئے۔ ۸۰ برس کی عمر میں شاہجہان میں انتقال کیا۔
علامہ عبدالسلام دیوبند	"	علامہ عبدالسلام لاہوری کے شاگرد اور جامع علوم معقول و منقول تھے۔ مدت دراز تک لاہور میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔
علامہ میرک شیخ ہروی	اگرہ	ہرات سے ہندوستان میں آئے اور لاہور میں علامہ عبدالسلام لاہوری کے حلقہ درس میں داخل ہو کر

نام	مقام	مختصر حالات
علامہ عبداللطیف سلطان پوری	اگرہ	علم و فضل حاصل کیا۔ شاہجہان کے وقت میں ملازمت شاہی میں منسلک ہو کر اول شاہزادہ دارا شکوہ اور اس کے بعد شاہزادہ مراد کی تعلیم و تربیت پر مامور ہوئے۔ مولانا جمال لاہوری کے شاگرد رشید اور جامع علوم عقلی و نقلی میں اپنے عہد میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ اول ملازمت شاہی میں داخل اور شاہزادہ دارا شکوہ کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔ اس کے بعد بوجہ ضیعفی بادشاہ نے جاگیر مقرر کر کے وطن میں رہنے کی اجازت دی اور وہاں تمام عمر علوم دینیہ کا درس دیتے رہے۔
خطیب ابوالفضل گجراتی	گجرات	شیخ مبارک کے استاد تھے۔ انہیں شاہان گجرات کی علمی قدر دانی نے شیراز سے کینیاتھا گجرات میں ان ہی کی برکت نے علم و حکمت کا خزانہ کھولا اور دانش و دانائی کو نئی روشنی دی یہ مولانا جمال الدین دہلوی کے شاگرد تھے شیخ مبارک نے ان ہی کے نام پر اپنے بیٹے کا نام ابوالفضل رکھا تھا۔

نام	مقام	مختصر حالات
شیخ مبارک	اگرہ	<p>۹۵۰ھ کو اگرہ میں وارد ہو کر میر تقی الدین صفحی کے ہمسائے میں اترے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ شیر شاہ اور سلیم شاہ نے جاگیر اور وظیفہ مقرر کرنا چاہا مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ ملا عبداللطیف سلطان پوری اور شیخ عبدالغنی سے جو فضیلت اور پارسائی کے دعووں سے سلطنت میں داخل تھے اور ان سے سخت عداوت کرتے تھے انہیں اکثر تکلیف پہنچی مگر انہوں نے توکل کو نہ چھوڑا اور برابر درس و تدریس میں مشغول رہے۔</p> <p>ہمایوں کے عہد میں ان کے مدرسہ کو بہت رونق ہوئی۔ اور ایران و ترکستان کے دانش پند لوگ ان کے مدرسے میں آئے لگے۔ اور ان سے علوم کا زیادہ چرچا ہوا۔ ہمایوں کی بغاوت کے زمانہ میں پھر مدرسہ بند ہو گیا۔ جب اکبری دور شروع ہوا عالم میں امن و آمان ہوا۔ شیخ کا مدرسہ پھر گرم ہوا اور علوم عقلی و نقلی کے درس و تدریس ایسی چلی کہ شیخ کے نام پر علم و کمال کے طلبگار ملک ملک سے آتے</p>

نام	مقام	مختصر حالات
		<p>لگے۔ تھوڑے دنوں بعد ان کے باکمال بیڑ فیضی اور ابوالفضل دربار اکبری میں جا پہنچے۔ اور ان کے ساتھ ان کا بھی بہت اعزاز و اکرام ہوا۔ لگاتار تین سال انتقال کیا۔</p>
		<p>اس زمانہ میں مسلمانوں کو تحصیل علوم و فنون کا اس قدر شوق تھا کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے واسطے سیکڑوں ہزاروں کوس کی مسافت کو طے کرنا ایسا آسان سمجھتے تھے جیسا آج ہم ایک محال سے دو کوس کے محال میں جانا آسان سمجھتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا فاضل ہو گا جس نے سیکڑوں کوس کی مسافت طے کر کے متعدد اہل فضل و کمال سے فیض حاصل نہ کیا ہو اور اپنے فن میں نامور ہوا ہو۔ اس کے مقابلہ میں آج یہ حالت ہے کہ باوجود طرح طرح کی آسانیوں کے تعلیمی حالت میں مسلمان ہی سب قوموں سے گریے ہوئے ہیں اور جو تھوڑا بہت پڑھتے ہیں تو علم کو علم کی غرض سے نہیں بلکہ محض گورنمنٹ کی ملازمت حاصل کرنے کے واسطے پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصلی علمی ترقی مفقود ہے۔</p> <p>دنیا میں جب تک چھاپہ خانہ کار و اج و مخافت ابوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ ایک</p>

ایک کتاب سیکڑوں ہزاروں روپے کے صرف سے تیار ہوتی تھی۔ آج چاہے کی برکت سے وہ نادر و نایاب کتابیں جو ایک زمانہ میں عام طور سے دیکھنے کو بھی نصیب نہ ہوتی تھیں لگ بھگ اور دوکانوں پر موجود اور ماری ماری پھرتی ہیں۔ مگر بقول پروفیسر آزادؒ ہمیں بے پردہ دانی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنے دیتی۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ پہلے بزرگوں کی طرح اب لوگ صاحب کمال نہیں ہوتے لیکن پہلے جو لوگ کتابیں دیکھتے تھے۔ تو اس کے مضمون کو اس طرح دل و دماغ میں لیتے تھے جس سے اس کے اثر دلوں میں نقش ہوتے تھے۔ آج کل کے لوگ پڑھتے ہی ہیں تو اس طرح محضوں سے عبور کر جاتے ہیں۔ گویا بکریاں ہیں کہ باغ میں گھس گئی ہیں جہاں ستر پڑ گیا ایک بگٹا بھی بھریا۔ باقی کچھ خبر نہیں۔ ہوس کا چرواہا ان کی گردن پر سوا ہے۔ وہ دبا ہوئے جاتا ہے۔ یعنی امتحان پاس کر کے ایک سند لو اور کوئی نوکری لیکر بیٹھ رہو گے

ہندوستان میں مسلمان فرمانرواؤں اور امیروں نے ہزاروں لاکھوں روپے کے صرف سے نادر و نایاب کتابوں کو لکھوایا۔ بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے۔ قدیم کتابوں کو بڑی تلاش و جستجو سے ہم پہنچا کر ان کے فارسی میں ترجمے کراے اور ان سے اپنے کتب خانوں کو زینت دی۔ ہندوستان کا کوئی شاہی خاندان ایسا نہ تھا جس کا عظیم الشان کتب خانہ موجود نہ ہو علما۔ فضلا۔ امرا۔ وزرا۔ نے اپنا ہر علیحدہ کتب خانہ قائم کر کے تھے جو اکثر طالب علموں کے واسطے وقف تھے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ علمی قدر دانی اور کتابوں کی حفاظت امن و آمان کے زمانہ میں ہوا کرتی ہے۔ ہندوستان کے روزمرہ کے ملکی تغیرات اور طوائف الملوکی نے یہاں کے تمام کتب خانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ سب سے اخیر میں سلطان مغلیہ نے

جو بے نظیر کتب خانہ قائم کیا۔ وہ ۱۵۵۷ء کے خونناک غدر میں ضائع ہو گیا۔ اور ملک کی سیکڑوں ہزاروں نادر و نایاب کتابیں کس مہر سی کی حالت میں ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست و نابود ہو گئیں۔ کچھ قد دانان اہل یورپ کے ہاتھ لگیں جو ان کے کتب خانوں کی زیب و زینت کا باعث ہوئیں۔ اور جو کچھ باقی رہ گئیں ہیں وہ روزمرہ معدوم ہوتی جاتی ہیں۔

کسی مورخ نے ہندوستان کے کتب خانوں کا حال نہیں لکھا۔ اس وجہ سے ہم ان کے مفصل حالات تو تحریر کرنے سے معذور ہیں لیکن جو کچھ پتہ چلا ہے وہ یہ ناظرین کرتے ہیں۔

فیروز شاہ تغلق کو کتابوں کے جمع کرنے کا بے انتہا شوق تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا کتب خانہ قائم کیا تھا۔ ۱۳۵۷ء میں جب اس نے تکر کوٹ کو ایک سخت محاصرہ کے بعد فتح کیا اور وہاں کا راجہ دربار شاہی میں حاضر ہوا تو بعض لوگوں کی زبانی بادشاہ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے مندرجہ بالا کسی میں بہمنوں کا ایک عمدہ کتب خانہ موجود ہے۔ اس پر بادشاہ نے وہاں کے بہمنوں کو ہوا کردہ سب کتابیں منگوائیں۔ کل ایک ہزار تین سو کتابیں برآمد ہوئیں۔ بادشاہ نے ان کو اپنے کتب خانہ میں داخل کیا۔ اور ان میں سے بہت سی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا۔ ان میں سب سے مشہور کتاب دلائل فیروز شاہی علوم نجوم کے بیان میں ہے جسے اس عمدہ کے مشہور شاعر اعجاز الدین خاں خانی نے نظم میں ترجمہ کر کے اس نام سے موسوم کیا تھا صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو لاہور میں منتقلہ میں اول سے آخر تک دیکھا تھا اور اس سے قبل اور بھی کتابیں جو سلطان فیروز شاہ کے حکم سے ترجمہ ہوئیں دیکھی تھیں

ان میں کچھ علم موسیقی اور کچھ کشتی کے داؤ پیچ کے بیان میں تھیں۔ اور بعضی کتابوں میں کچھ اور بیان تھا۔ اسی بادشاہ کے عہد میں مولانا داؤد نے اس کے وزیر خاں جہاں کے نام پر ہنوی چند ان ہندی زبان میں لورک اور چاند کے عشق کے بیان میں لکھی تھی یہ ہنوی نہایت ذوق و شوق کی کتاب تھی۔ مخدوم شیخ نقی الدین واعظ اس کے اکثر شعر دہلی کی مسجد میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو ان کے سننے سے بہت وجد و حال طاری ہوا کرتا تھا۔ ایک دن کسی فاضل نے شیخ مخدوم سے دریافت کیا کہ اس ہندی ہنوی کے منبر پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس کے سب مضمون موافق اقوال اہل تصوف اور مطابق آیات قرآنی کے ہیں۔

سلطان ابراہیم لودی کے عہد میں اس کے امیر کبیر دولت خاں لودی حاکم پنجاب کے بیٹے غازی خاں نے جو علم و فضل سے موصوف تھا ایک بہت اچھا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ جب بابر لاہور کو فتح کر کے قلعہ میں داخل ہوا تو کسی چیر سے اس کو اس قدر خوشی حاصل نہ ہوئی جس قدر کہ اس کتب خانہ کے ملنے سے خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس کتب خانہ میں ہر قسم کی نفیس کتابیں صحیح اور خوشخط موجود تھیں۔ بابر نے اس میں سے کچھ کتابیں اپنے واسطے رکھیں اور کچھ شاہزادہ ہمایوں کو دے کر باقی شاہزادہ کاحاں کے واسطے قابل بھیجیں۔ بابر نے اس کتب خانہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ اس کتب خانہ کی شہرت و بہت تھی مگر عہد کتابیں کم نکلیں۔ مولانا کتابیں بہت جمع کر رکھی تھیں۔

غازی خان کا
کتب خانہ

اعتماد خان محمد گجراتی کا ایک ہندی غلام تھا۔ جو اس کے عہد میں ترقی پا کر امارت کے درجہ پر پہنچا تھا اور اس کی وفات کے بعد مدت تک مظفر شاہ کے نام

سے خود سلطنت کرتا رہا اس نے احمد آباد و گجرات میں ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا۔ اور اس میں عہدہ عمدہ کتابیں جمع کی تھیں۔ جب اکبر کے عہد میں گجرات فتح ہوا تو یہ کتب خانہ بھی اُمرائے اکبری کے ہاتھ لگا۔ جنہوں نے اس کی کل کتابیں دربار شاہی میں روانہ کر دیں۔ اکبر نے وہ سب کتابیں اپنے ہاتھ سے علما اور اُمرائے تفسیر کر دیں۔ صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ اس میں سے چند کتابیں مجھے بھی ملی تھیں ان میں ایک نسخہ انوار المشکوٰۃ کا بھی تھا جس میں ایک فصل مشکوٰۃ الانوار سے زیادہ تھی۔

سلطان
غازی خان کا
کتب خانہ

سلاطین مغلیہ کا کتب خانہ ہندوستان کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا۔ اس میں ہندوستان کے تمام شاہان سلف کے عہد کے کتب خانوں کی نادر و نایاب کتابیں جمع تھیں ہمایوں جب ہندوستان میں دوبارہ آیا تو دہلی کے قلعہ دین پناہ میں کتب خانہ قائم کیا۔ ایک ان اسی کتب خانہ کی چست پر بیٹھا ہوا تھا کہ مغرب کی غارتگی اذان سکرنہ سے اُترنے لگا۔ راتہ میں پاؤں نے لغزش کی اور لگتا ہوا زمین سے نیچے گرا اور ایسی چوٹ آئی کہ اس عالم فانی سے انتقال کر گیا۔

اکبر کے علمی شوق اور علمی قدر والی کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے وقت میں اس کتب خانہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ بنگالہ گجرات، خاندیس، کابل، کشمیر وغیرہ کے کتب خانوں کی تمام نایاب کتابیں اس کتب خانہ میں جمع ہو گئیں۔ اکبر نے نہ صرف سنسکرت ہی کی بہت سی کتابوں کے اپنے اہتمام سے فارسی میں ترجمے کرائے بلکہ اکثر عربی اور فارسی کی کتابوں کا بھی سنسکرت میں ترجمہ کرایا۔ چنانچہ بیچ میر ذالی کا ترجمہ سنسکرت میں کیا گیا جس کے ترجمہ میں میر فتح اللہ شیرازی۔ ابوالفضل کشن چوٹشی۔ گنگا دھر مہیش۔ تھانہ یہ سب فضلاء شریک تھے۔

البر کے عہد میں کتب خانہ کی جگہ تقسیم تھا۔ کچھ حرم سرا میں۔ کچھ باہر اس میں دو تقسیمیں تھیں۔ کچھ قد و قیمت۔ کچھ علوم و فنون۔ نشر۔ نظم۔ ہندی۔ فارسی۔ کشمیری عربی۔ لاکھ الگ تھیں۔ اسی انتظام سے سال بہ سال موجودات لی جاتی تھی۔ ایک سال میر کتب خانہ کے اہتمام پر مامور ہوا تھا۔

جہانگیر کو پرانی کتابیں جمع کرنے کا جس قدر شوق تھا اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ شاہی کتب خانے میں امیر خسرو کی سب سے آخری تصنیف شتوی تعلق نامہ کا جو نسخہ موجود تھا۔ اس کا ایک بحث مفقود تھا۔ جہانگیر نے تمام ہندوستان میں اس شتوی کا دوسرا نسخہ تلاش کرایا مگر دستیاب نہ ہوا۔ مجبور ہو کر ۱۰۱۹ھ میں تمام شہرے دربار کو حکم دیا کہ اسی طرز پر طبع آزمائی کر کے بحث مفقود کو پور کریں۔ سب نے طبع آزمائی کی لیکن بادشاہ کو حیاتی کا شہی کی نظر پسند آئی اور اس کو تعلق نامہ میں داخل کیا۔ اور اس کے صلے میں شاہ موصوف کو روضہ و سفید سے وزن کر کر ہونہن چہ تیلیاں جن میں چہ ہزار اشرفیاں اور روپے تھے انعام میں مرحمت کیں۔ سعید اس کے گیلانی تھے اس کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

چوں حیاتی را یہ زرنجید شاہنشاہ عصر
بادشاہ عدل گستر شاہ کردوں اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ
افتاب ہفت کشور سایہ پروردگار
بحر تاریخش برے کفہ میزان پر خ
شاعر سنجیدہ شاہی رقم زور و زگار
شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد میں بھی کتابوں کے جمع کرنے کا شوق بڑھ گیا۔ اکثر امرا اپنے پیشکشوں کے ساتھ نادر و نایاب کتابیں پیش کر کے بادشاہ کو خوش کرنے رہتے تھے۔ چنانچہ شاہجہاں کے عہد میں جب حربیت خاں نامی ایک امیر نذم خاں والہی راج کے دربار میں سفیر ہو گیا۔ اور اس نے ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔

باب دوم

محکمہ طب اور شفاخانے

ہندوستان کے سلاطین سلف کے عہد میں عام طور سے یہ قاعدہ تھا کہ ملک کے بڑے بڑے نامور اطباء کے دربار شاہی سے بیش تر اور وظیفہ مقر رہ جاتے تھے یہی طبیوں کو جو ہر شہر اور قصبہ میں ہوتے تھے۔ مدد و معاش کے نام سے جاگیر مل جاتی تھی یہ طبیب اپنی اپنی جگہ امیر غریب سب کا علاج کرتے اور مفلس اور محتاج بیماروں کو دوا بھی اپنے پاس سے دیتے تھے۔ شاہی وظیفہ یا جاگیر کے علاوہ اُمراء و متول لوگوں سے بھی تحفہ یا نذرانہ کی صورت میں اس قدر امداد ملتی تھی کہ جو دواؤں کے اخراجات کے علاوہ ان کی عزت و وقعت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو کافی ہوتی تھی۔ یہی طبیب طلبائے علم طب کو درس بھی دیتے تھے۔ چونکہ ملک میں یہ پیشہ نہایت اعزاز اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اس کے ذریعہ سے دربار شاہی تک رسائی ممکن تھی لہذا طبیوں کی اولاد عموماً طب کی تحصیل میں مشغول رہتی تھی اور ہر طبیب کو اپنے فن میں کمال پیدا کرنے کا شوق رہتا تھا۔ اسی سلسلہ کی بدولت ہر عہد میں بڑے بڑے نامور اور مشہور اطباء ملک میں پیدا ہوتے رہے۔

جب ہندوستان میں برٹش حکومت قائم ہوئی اور یونانی طبابت کی جگہ ڈاکٹری علاج کی قدر دانی شروع ہوئی ملک میں جا بجا سرکاری شفاخانے کھولے گئے جس دن سے

یونانی طبابت کو کس پر سی کی وجہ سے تنزل ہونا شروع ہوا۔ جو صاحب کمال طبیب سر تالیا۔ پر کوئی اس کا ثانی پیدا نہ ہوا۔ اور کیونکر ہوتا یہ سب باتیں قدر دانی سے پیدا ہوتی ہیں نہ قدر دانی ہی نہ کسی کو کمال پیدا کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ اب یہاں تک نسبت پہنچی ہے کہ یونانی طبابت صرف چند روز کی مہمان معلوم ہوتی ہے اور اس میں بے چارے خانہ دانی حکیموں کے سوا کسی استعداد اور طبیب حاذق خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

جن طبیبوں کا اور ذکر ہوا یہ عام طور سے اپنے اپنے گھروں پر علاج کرتے تھے۔ اس طریق کے علاوہ اکثر بادشاہوں نے شفاخانے بھی جاری کئے تھے۔ مگر ہمارے مؤرخین نے ان باتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اس وجہ سے نہ تو آج ہندوستان کے اسلامی شفاخانوں کی مکمل فہرست تیار ہو سکتی ہے نہ کسی شفاخانے کے مفصل حالات معلوم ہو سکتے ہیں البتہ اگر کہیں ضمیمہ تذکرہ میں کچھ ذکر آگیا ہے تو اس سے ان شفاخانوں کا بھی کسی قدر پتہ چلتا ہے۔ مجھے نہایت تلاش و جستجو اور بہت سی تاریخوں کی مدق گردانی سے جس قدر حالات دستیاب ہوئے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ مجبوراً ناظرین کو انہیں پر قناعت کرنی چاہئے۔

محمد شاہ غلام علی کے عہد (۱۷۲۵ء تا ۱۷۴۷ء) سے پہلے کسی شفاخانہ کا پتہ نہیں ملتا۔ شمس العلماء مولانا شبلی نے جو رسالہ اسلامی حکومتیں اور شفاخانے کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں ہندوستان کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ ہندوستان میں بھی کثرت سے شفاخانے موجود تھے اور اگر ہم مقریزی کی روایت کا اعتبار کریں تو صرف ایک شہر میں ستر شفاخانے جاری تھے۔

محمد شاہ قلعہ کے بعد فرشاہ قلعہ تخت نشین ہوا۔ اس کو رفاہ عام کے کاموں کی بہت
 دلچسپی تھی اس نے اپنے عہد (۱۱۵۲ھ تا ۱۱۹۰ھ) میں دہلی میں ایک شفا خانہ بہار
 کیا۔ اس میں امیر و غریب مسافر و مقیم ہندو مسلمان سب کو دوا اور غذا مفت ملتی تھی۔ بیماریوں
 کی خدمت کیا سب شفا خانہ میں ملازم موجود تھے اور ہر قسم کی اہم و آسائش کا انتظام کیا گیا تھا۔
 شفا خانہ کے اخراجات کے واسطے بادشاہ نے بڑے بڑے زرعیہ دیہات وقف کر دیے تھے
 اس شفا خانہ کا سالانہ خرچ ۴ لاکھ ٹیکہ تھا۔ فیروز شاہ نے اپنی سوانح عمری میں اس شفا خانہ کی
 نسبت یہ لکھا ہے کہ میں نے خدا کی عنایت سے ایک دار الشفا بھی بنوائی ہے جس
 میں اولیٰ و اعلیٰ کا علاج ہوا کرے۔ اطباء سے حاذق کو اس میں مقرر کیا ہے کہ مریضوں
 کی بیماری کی تشخیص کر کے دوا اور غذا سے ان کی صحت کی تدبیر کریں۔ میں نے دوا اور غذا کے
 خرچ کے واسطے اوقاف مقرر کئے ہیں۔ مقیم مسافر و ضعیف و شریف۔ غلام۔ آزاد و بیمار ہوں
 دار الشفا میں پورے طور سے ان کا علاج ہوا کرے گا۔ اور خدا اپنے فضل سے شفا دیگا۔
 خدا نے مجھے سب سے زیادہ توفیق دی کہ میری یہ آرزو ہوئی کہ میں رفاہ عام کیلئے اس قسم کی
 عمارتیں تعمیر کراؤں۔
 اس شفا خانہ کے علاوہ فیروز شاہ نے چار شفا خانے اور جاری کئے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ
 شفا خانے کس شہر میں جاری کئے گئے تھے۔
 دکن کے قائدانہ ہیمنہ کے دیوس مترج سلطان علاء الدین بہمنی نے (۱۲۳۸ھ تا ۱۲۶۵ھ)
 احمد آباد میں ایک نہایت عالیشان اور نفیس شفا خانہ تعمیر کرا جاری کیا۔ اس کے اخراجات
 کے واسطے کئی گاہوں وقف کئے۔ اس شفا خانے میں یونانی اور دیگر دونوں اصول کے
 موافق علاج ہوتا تھا اور مسلمان طبیبوں کے ساتھ ہندو وید بھی ملازم تھے۔

فیروز شاہ قلعہ کے
 عہد شفا خانہ

احمد آباد میں
 شفا خانہ

سلطان محمود غزنوی نے اپنی دار السلطنت ماٹہ و مالوہ (۱۱۴۹ھ) میں ایک بہت
 عمدہ شفا خانہ تعمیر کرایا تھا۔ اس میں بیماروں کے علاج ہوتا تھا۔ بہت سے گاہوں
 اس کے خرچ کے واسطے وقف تھے۔ بیماروں کی آسائش کا پورا پورا انتظام تھا۔ حکیم
 فضل اللہ جو حکیم الحکما کے خطاب سے موصوف اور بڑا صاحب کمال طبیب تھا اس
 شفا خانہ کا مہتمم تھا۔

سلطان سکندر لودی (۱۴۹۴ھ تا ۱۵۱۹ھ) کو علم طب سے خاص دلچسپی تھی۔ اس
 نے اول امر گرجا نامی ویدک کی کتاب کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کرایا۔ اس
 کے بعد خراسان اور ہندوستان کے طبیبوں کو جمع کر کے دونوں طرح کی طب کی کتابوں کو
 مضامین کو انتخاب کرایا اور اس کا نام طب سکندری رکھا۔ علم طب میں یہ کتاب بہت معتبر
 سمجھی جاتی ہے۔

احمد شاہ بہمنی (۱۵۱۹ھ تا ۱۵۴۵ھ) نے سالہ تر نامی کتاب کا جو گہروں کے
 علاج میں تھی فارسی زبان میں ترجمہ کرایا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ راقم الحروف کے
 پاس موجود ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن صفی نے بادشاہ کے حکم سے اس
 کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ نے ۱۵۹۰ھ میں یا اس کے قریب جب ایک نیا شہر
 بھاگ نگر کے نام سے آباد کیا تو اس میں کئی شفا خانے بنوا کر جاری کئے۔ جن کو طبیبوں

۱۔ اب یہ مقام اور اس کا مشہور قلعہ جہان مسلمانوں کے حملہ کی سببوں انھیں عمارتیں اب بھی ٹوٹی ہوئی ہیں
 بہمنی۔ ریاست دہلی میں واقع ہے۔

۲۔ اب حیدر آباد کے نام سے مشہور اور حضرت نظام دکن کا دار الحکومت ہے۔

بہمنی شفا خانہ

اسلام آباد میں
 اسلام آباد میں

کتاب سالہ تر

بھاگ نگر

کو شاہی خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ دوا اور غذا کا کافی انتظام تھا۔

اسی بھاگ نگر میں جب عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بچوں کا سفیر مسٹر جیٹسٹاویہ سے آیا تو اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر وے لان نامی بھی تھا۔ چونکہ بھاگ نگر میں اس وقت کوئی عمدہ طبیب یا جراح موجود نہ تھا لہذا عبداللہ قطب شاہ نے بڑے اصرار سے سفیر سے اس کو مانگ لیا۔ اور آٹھ سوہوں (۲۰۰ روپیہ) ماہوار اس کی تنخواہ مقرر کر کے افسر الاطباء کے عہدے پر سرزد کیا۔

۲۷ جلسہ میں ۱۵۔ صفر ۹۹۹ھ کو اتوار کے دن روز کا جشن تھا اگرچہ حکم دیا کہ آج ہر ایک امیر اپنی اپنی رائے کے مطابق رفاہ عام کی ایک ایک تجویز پیش کرے۔ چنانچہ حسب ذیل تجویزیں پیش ہو کر منظور ہوئیں۔

شاہزادہ سلیم خان اعظم مرزا عزیز کو کر بادہ برس سے کم عمر کے بچوں کی شادی نہ ہو کرے۔ حکام ملک کو حکم دیا جائے کہ قتل ملزمان میں دلیری اور جلدی نہ کیا کریں تاوقتیکہ حضور میں اطلاع نہ ہو کوئی ملزم قتل نہ کیا جائے کیونکہ ہر شخص میں انجام بخیر اور بے غرضی نہیں ہوتی۔

راجہ ٹوڈا مل جس طرح ہر روز بارگاہ دولت میں طرح طرح کی خیرات ہوتی ہے۔ اسی طرح آج بھی ہفتہ یا سہ ماہی میں تہذیب ستوں کے حال پر التفات کیا کریں۔

مرزا یوسف خان ہر شہر اور ہر قبیلہ میں سوانح نویس مقرر ہوں۔ اور روزنامہ دربار میں لکھا کرے۔

شعبہ بازاں مسافروں کی آسائش کے واسطے تمام قلعہ کی گزرگاہوں پر

سلطنت شاہی کو
کے شفا خانے

سرائیں تعمیر ہوں۔

بیماروں کے واسطے شفا خانے قائم کئے جائیں۔

بازاروں میں کارشناس مقرر ہوں اور ہر چیز کا نرخ مقرر کر دیا جائے۔

علی ابوالقیاس راجہ بیر بر شیخ جمال۔ ابوالفضل وغیرہ کی طرف سے تقریر جاسوس وغیرہ کی تجویزیں پیش ہوئیں اور سب کی رائے منظور ہوئی۔

پس قیاس غالب ہے کہ اس دن سے سلطنت مغلیہ میں شفا خانوں کی بنیاد شروع ہو گئی لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس تجویز کے مطابق کہاں کہاں شفا خانے قائم ہوئے۔ ضرور دار الخلافہ اگر آباد کی نسبت اس قدر چلتا ہے کہ اگر کے عہد میں یہاں کئی شفا خانے قائم تھے چنانچہ مٹی میں چند اپنی تاریخ اگرہ میں اگر کے عہد کے محل میں لکھے ہیں۔

چندین دار الشفا و بیمار خانہ مقرر ہوئے و اطباء خداقت پیشہ مثل وزیر خاں و مسیح الزماں ترقی اس فنون سے نمودند۔ اسی تاریخ میں قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان کی عمارتوں کے حال میں لکھا ہے۔ وزیر مکان دار الشفا میر در انجا سعادت اس میں دار در و زماں شہر باران سلف دوا بر غیاں سے فائدہ اس مقام پر اب اگر فورٹ کا دیو کا پیش واقع ہے۔

اگر کہ بعد بھاگ نگر تخت نشین ہو کر سب پہلو جو بارہ احکام صناد کو۔ ان میں نوان حکم تھا۔ ذکر بڑھو جو شہر و زمین شفا خانہ قائم کئے جائیں۔ اور ان میں طبیب کو بیمار و نکلو معالجہ کی واسطے تعینات کیا جائے۔ اور جو کچھ صرف ہو وہ سرکار خالصہ شریعت یعنی خاص سرکار شاہی سے دیا جائے۔

۱۔ کہ نہ نہ بطریق پیشہ نہ کہ شہر و زمین شفا خانہ قائم کئے جائیں۔ اور ان میں طبیب کو بیمار و نکلو معالجہ کی واسطے تعینات کیا جائے۔ اور جو کچھ صرف ہو وہ سرکار خالصہ شریعت یعنی خاص سرکار شاہی سے دیا جائے۔

شہر شفا خانہ

بیماروں کے شفا خانوں

دارند۔ ولوازمات معالجات و بیمار واری با عنوان شایسته بتقدیم رساند چنانچہ بفضل الہی حسب
دعا و کارخانہ جاری ست انتہی

اب ہم سلطنت مغلیہ کے عہد کے نامور طبیب کی فہرست اور مختصر حالات ذیل میں
درج کرتے ہیں یہ اطبا خاص دارالخلافہ اور ملک کے مختلف حصوں میں متعین
تھے۔

سلطنت مغلیہ کے نامور
طبییب دارالخلافہ کی فہرست

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم مصری	اکبر	علوم طب میں بڑے کامل اور علوم عقلی میں بھی بڑے ماہر تھے۔ بادشاہت دکن سے بھاڑکھما می پائے تخت میں داخل کیا تھا۔ ابو الفضل ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ طب کو ایسا جانتے تھے کہ اگر سارے طبابت نامے نہ رہتے۔ تو یاد سے لکھ دیتے لطف و محبت سے اپنے بیگانے کو خوش رکھتے تھے بعض غیر مسلم کسی کے علاج میں بند نہ ہوتے اور کبھی پیشانی سے علاج کرتے تھے۔ بعضے بعضے علاج بڑے کمال کی ان سے ظہور میں آئے۔ خاندیس میں بمقام برہانپور ۸۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ طیب حاذق اور معاصرین پر فائز تھے۔ لاہیان علاؤ الدین کے رہنے والے تھے ۹۰۲-۹۰۳
علامہ طبیب ہردوی حکیم ابو الفتح گیلانی	”	”

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم زینل بیگ شیرازی	اکبر	میں ہندوستان میں وارد ہو کر دربار میں داخل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اکبر کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور سچ اللہ کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ علم طب کو علاوہ جميع کمالات انسانی سے موصوف تھے۔ زمانہ کے مزاج سے واقف اور اہل زمانہ کی بنفخ خوب پہچانتے تھے۔ ۹۹۶ھ میں جبکہ اکبر کے ساتھ کشمیر سے واپس آ رہے تھے در دشکم اور اس سال میں مبتلا ہو کر حسن ابدال میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ شرح قانوینچہ قیاسیہ۔ چار باب ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ منصب ہزاری پر جس کی تنخواہ ۸۲۰۰ روپے ماہوار تھی سرفراز تھے۔ حکیم فتح الدین محمد شیرازی کے بھائی تھے۔ سلسلہ نسب عارف بن کلہ سے جو عرب میں علمی طبابت کا بانی اور طبیب العرب کے خطاب سے موصوف تھا ملتا ہے۔ اکبر کے شروع عہد میں ہندوستان میں وارد ہو کر مقربان بادشاہی میں داخل ہوئے۔ طب میں بنیظیر اور علوم و دانش میں ممتاز تھے۔

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم علی گیلانی	اکبر و جہانگیر	<p>حکیم الملک کے بہانے تھے حکمت میں ان کے اور شاہ فتح اللہ کے شاگرد تھے علوم نقلی میں شیخ عبد الغنی سے تلمذ کیا تھا۔ اکبر کے عہد میں لاہور میں تعینات تھے وہاں انہوں نے ۲۰ سال میں ایک حوض بنایا کہ پانی سے لہر تھامی عرض و طول ۲۰ × ۲۰ گز ۳ گز چھ میں حجرہ سنگین اسکی چیت پر بلند منارہ حجرہ کے چاروں طرف چار پل۔ لطیف کہ حجرہ کے دروازہ کھلے تھے اور پانی اندر جاتا تھا۔ سات برس پہلے فتح پور میں ایک حکیم نے اسی کمال کا دعویٰ کیا تھا۔ سب سامان بنوایا مگر بن نہ آیا آخر کہیں غوطہ کھا گیا۔ اس بالکل نے کہا اور کر دکھایا۔ میر جید معانی نے حوض حکیم علی تاریخ کئی۔ بادشاہ بھی سیر کو آئے۔ ستاکو اندر جاتا ہے رستہ ڈھونڈتا ہے نہیں ملتا دم گھٹ کر گھبراتا ہے اور نکل آتا ہے۔ خود کپڑے اتار کر غوطہ مارا اور اندر جا کر سارا حال معلوم کیا اور باہر نکل آئے۔</p> <p>جہانگیر کے عہد میں حکیم علی اگرہ میں متعین ہوئے اور یہاں ہی انہوں نے ایک اسلامی حوض بنایا جہانگیر</p>

حوض حکیم علی واقع لاہور

حوض حکیم علی واقع اگرہ

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم حسن گیلانی	اکبر	<p>۱۰۶۰ھ میں لاہور میں آج اگرہ میں حکیم علی کے گھر اس حوض کا تماشہ دیکھنے گیا۔ جیسا کہ والد کے وقت میں اس نے لاہور میں بنایا تھا۔ چند مصابیر کو ساتھ لے گیا کہ انہوں نے نہیں دیکھا تھا ۶ × ۶ ہے۔ پہلو میں ایک حجرہ ہے نہایت روشن۔ رستہ اسی حوض میں سے ہے مگر پانی اس رستہ سے اندر نہیں آتا۔ دس بلکہ آدمی اس میں جلنے جھاڑ بیٹھ سکتے ہیں۔</p> <p>اس حوض کو دیکھ کر جہانگیر نے حکیم کو منصب دوہزار پیر جس کی تنخواہ ۱۲۰۰ روپیہ ماہوار تھی سرفراز کیا۔ اگرہ میں جہانگیر کے کنارہ یہ مقام اب تک موجود اور حکیم کے باغ کے نام سے مشہور ہے۔ عمارت کے کچھ آثار بھی ہنوز باقی ہیں۔ مشہور ہے کہ جب جہانگیر قلعہ سے کشتی پر سوار ہو کر اس حوض کے دیکھنے کو تشریف لیچے اس وقت حکیم نے اس قدر کپڑا دیا کہ وہاں سے بہا دیا کہ توڑی دیر کے واسطے تمام دریا مسطر ہو گیا۔</p> <p>جمع مکرم اخلاق اور محامد اوصاف سے موصوف اور بڑے طبیب حاذق تھے۔</p>

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم حسن	اکبر	اکبر کے عہد کے نامور طبیبوں میں تھے۔
حکیم ارسلو	"	ایضاً
حکیم فتح اللہ گیلانی	"	کابل میں تعینات تھے طب کی بہت سی کتابیں چڑھی تھیں۔ علم طبیت میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔ قانون کی شرح فارسی میں لکھی ہے۔
حکیم مسیح الملک	"	حکیم نجم الدین عبداللہ بن شرف الدین حسن کے شاگرد رشد تھے۔ درویش مزاج پاک اعتقاد تھے طبابت میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ دکن سے ہندوستان میں آئے اور ملازمان شاہی میں داخل ہو کر صوبہ مالوہ میں تعینات ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔
حکیم جلال الدین مظفر	"	یہ صغیر سنی ہی میں شاہ ملہا سب والہی ایران کی طبابت میں مشغول تھے۔ اس کے بعد ہندوستان میں آکر ملازمان اکبری میں داخل ہوئے اور بڑی ترقی پائی۔ ہمایوں صالح اور پاکیزہ خیال بزرگ تھے۔ اگرچہ علمیت کم تھی مگر تجربہ بہت بڑا ہوا تھا بیماریوں کے حق میں ان کا قدم بڑا متبرک گنا جاتا تھا۔
حکیم لطیف اللہ گیلانی	"	یہ طب میں بڑے حاذق تھے۔ اور علم ہی بہت اچھا تھا۔

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم سیف الملک	اکبر	فضیلت علمی اور حکمت کے علاوہ شعر گوئی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شجاعی تخلص تھا۔ خاٹناںں سیرم خاں کے زمانہ میں ہندوستان میں رہے مگر جب خاطر خواہ ترقی نہ ہوئی تو ہندوستان سے ایران چلے گئے۔
حکیم سہام	اکبر	حکیم ابوالفتح کے بہائی تھے۔ علم و فضل میں بیاقت میں منتظر تھے ۹۹۴ھ میں عبداللہ خاں اوزبک والہی توران کے دربار میں سفارت پر بھیجے گئے ۱۰۰۳ھ میں بقام لاہور انتقال کیا اور حسن ابدال میں بہائی کے پاس سورہ منصب شش صدی چرس کی خواہ ۳۵۰۰ روپیہ ماہوار تھی سرفراز تھے۔
حکیم عین الملک	"	فن طب کے علاوہ کمالات شاعری سے بھی موصوف تھے۔ نہایت خلیق بزرگ تھے۔ اول لاہور میں متعین تھے پھر دکن میں تعینات ہوئے اور ہندوستان میں انتقال کیا۔
حکیم الملک گیلانی	"	ان کا نام شمس الدین تھا۔ حکمت اور طب میں اپنے زمانہ کے جالینوس تھے علوم نقلی میں بھی کافی مہارت تھی۔ مطب کے علاوہ ہر وقت طلباء کے درس میں مشغول

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم شیخ حسن پلانی پتی شیخ بنیا	اکبر	<p>رہتے تھے اور کسی وقت بغیر ان کے کھانا نہ کھاتے تھے۔ رخصت لیکر حج کے واسطے تشریف لے گئے۔ ۹۵۵ھ میں سعادت حج سے مشرف ہو کر وہیں وفات پائی۔</p> <p>فن جراحی میں بنظیر تھے۔</p> <p>حکیم شیخ حسن کے بیٹے تھے۔ باپ کی طرح جراحی میں بڑی مہارت تھی اور ہاتھوں کا علاج خوب جانتے تھے۔</p>
حکیم شفا علی	"	<p>علامی ابو الفضل نے آئین الہری میں حکماء عہد اکبری میں شمار کیا ہے۔</p>
حکیم نعمت اللہ	"	<p>ایضاً۔</p>
حکیم داوی	"	<p>لاہور میں تعینات تھے حکیم علیم الدین وزیر خاں کو ان کی شاگردی پر فخر تھا۔</p>
حکیم طلب علی	"	<p>علامی ابو الفضل نے آئین الہری میں حکماء عہد اکبری میں شمار کیا ہے۔</p>
حکیم عبدالرحیم	"	<p>ایضاً</p>
حکیم روح اللہ	"	<p>ایضاً</p>

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم فخر الدین علی	"	<p>علامی ابو الفضل نے آئین الہری میں حکماء اکبری میں شمار کیا ہے۔</p>
حکیم محمد اسحق	"	<p>ایضاً</p>
مہادیو	"	<p>ایضاً</p>
بہیم ناتھ	"	<p>ایضاً</p>
نرائین	"	<p>ایضاً</p>
شیو جی	"	<p>ایضاً</p>
حکیم روح اللہ کابلی	جہانگیر	<p>۹۵۵ھ جلوس میں سوا شرفیاب اور ہزار روپے بادشاہ نے انعام میں دئے۔ ۹۵۸ھ جلوس میں جب جہانگیر بہت سخت بیمار ہوا اور تمام ہندو مسلمان طبیبوں نے جواب دیدیا تو ان کے علاج سے شفا حاصل ہوئی۔</p> <p>صحت کے بعد جہانگیر نے علاوہ ترقی منصب کے تین لاکھوں بہ طریق ملکیت اور ہوزن زر انعام میں رحمت کیا۔</p>
مقیم بد گجراتی	جہانگیر	
حکیم تقی گجراتی	"	
حکیم رگنا کاشی	جہانگیر شاہجہاں	<p>حکیم نظام الدین احمد کاشی کا بیٹا تھا۔ ابتدا میں شاہ عباس اس فرمانروائے ایران کی سرکار میں ملازم تھا۔ وہاں سے ملازمت ترک کر کے اکبر کے عہد میں ہندوستان</p>

نام	عہد	مختصر حالات
		<p>میں وارد ہوا۔ اور شاہی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد استغفا دیکر ایران چلا گیا۔ جہانگیر کے عہد میں اس نے آکر پھر ملازمت شاہی میں داخل ہوا شاہجہاں کے عہد تک موجود اور ۴۴ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پاتا تھا ۱۰۴۲ء میں بوجہ ضعیفی ملازمت سے استغفا دے کر شہر مقدس روانہ ہوا۔</p> <p>حکیم صدر السج الزماں جہانگیر شاہجہاں</p> <p>حکیم خلدین محمد شیرازی کا بیٹا تھا ۱۰۱۵ء میں ہندوستان میں وارد ہوا ملازمت شاہی میں داخل ہوا جہانگیر نے خطاب السج الزماں سے موصوفت کیا سلاسل جلوس میں بین ہزار دروب النعام میں مرحمت ہوئے ۱۰۱۷ء جلوس میں رخصت لیکر حج گیا۔ بادشاہ نے بیس ہزار روپے سفر خرچ کے واسطے مرحمت کئے۔ شاہجہاں کے عہد میں لاہور میں تعینات تھا۔ ۱۰۴۲ء میں پھر رخصت لے کر حج کے واسطے گیا۔ ۱۰۴۵ء میں دہلی سے واپس آکر سورت میں تعینات ہوا۔ ۱۰۵۴ء میں پچاس ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی اور دس ہزار روپیہ انعام میں ملے۔</p> <p>حکیم شمس الدین کا بیٹا اور اڑھادق طبیب تھا۔ شاہجہاں</p>

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم ہونالی شیرازی	جہانگیر شاہجہاں	<p>کے عہد میں منصب دوازاری پر مقرر فرمائے تھے۔</p> <p>۱۰۱۵ء میں ۱۲ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ ۱۰۴۲ء میں ۲۰ ہزار اور ۱۰۴۹ء میں ۲۴ ہزار اور ۱۰۵۲ء میں ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ پر ترقی پائی۔ ۱۰۵۴ء میں منصب دوازاری پر مقرر فرما ہوا۔</p> <p>حکیم حمید گجراتی</p> <p>جہانگیر</p> <p>جہانگیر نے قرضی خاں سے اس کے کمالات طبی کا شہرہ سن کر گجرات سے دربار میں طلب کیا جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سوائے اس کے گجرات میں کوئی ایسا طبیب نہیں ہے تو ایک ہزار روپیہ اور چند عدد شال مرحمت فرما کر گجرات کو واپس کیا۔ اور ایک گاؤں مدو معاش میں عطا کیا۔</p> <p>حکیم یاد علی</p> <p>جہانگیر نے اس کی بہت تعریف لکھی ہے۔ لاہور میں تعینات تھا۔ ایک دن بادشاہ اس کے مکان پر بھی گئے تھے۔</p>

نام	عہد	مختصر حالات
حکیم عبدالشکور	"	دربار شاہی میں تعینات تھا۔ قسط جلوس میں جہانگیر کے سر میں شدت سے درد اٹھا تاہم طلبا علاج کرتے کرتے تک گئے مگر دوسرے مہر ہوا آخر اس کے علاج سے شفا حاصل ہوئی۔
علی اکبر	"	فن جراحی میں بڑا کمال رکھتا تھا۔ سلسلہ جلوس میں بادشاہ تھے ایک ہزار روپیہ انعام دیا۔
حکیم فتح اللہ	شاہجہان	حکیم ابوالقاسم شیرازی کا بیٹا تھا۔ ابتدا میں پچاس روپیہ یومیہ روزانہ مقرر تھا۔ ۵۵۰۰ میں منصب صدی سے ممتاز ہوا۔
حکیم عبدالحاق	"	حکیم محام کا بیٹا تھا۔ اول پندرہ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر مقرر تھی پھر تیس ہزار ہوئی۔ ۱۵۰۰ میں چالیس ہزار سالانہ مقرر ہوئے۔
حکیم خوشحال	"	حکیم عبدالحاق کا بھائی اور منصب ہزار روپیہ صدی سی سرفراز تھا۔
حکیم جلالی کاشی	"	منصب ہزاری سے ممتاز اور لاہور میں تعینات تھا۔
حکیم محمد داؤد قزاق	شاہجہان	حکیم عنایت اللہ کا بیٹا تھا۔ ایران میں شاہ عباس صفوی کا مقرب اور طبیب خاص تھا بادشاہ کے انتقال کے

نام	عہد	مختصر حالات
جگ جیون جراح	شاہجہان	بعد ۱۰۵۳ء میں ہندوستان میں آیا۔ اور ملازمت شاہی میں داخل ہو کر اپنے کمال طبعی کی وجہ سے رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی پائی کہ چھتری کا منصب اور مقرب خاں کے خطاب سے موصوف ہوا۔
حکیم صادق خاں	عالمگیر	فن جراحی میں اپنے عہد میں بی نظیر سمجھا جاتا تھا۔ عالمگیر کے عہد کے بالکمال طبیبوں میں سے تھا۔ ۱۰۵۵ میں جب بادشاہ کو اس کے علاج سے صحت ہوئی تو ہونن اشرفیہ انعام میں صحت فرما کر حکیم الملک کے خطاب سے موصوف کیا۔
ڈاکٹر موسیٰ مارٹین	"	یورپین ڈاکٹر تھا۔ ملازمت شاہی میں داخل اور حمید آباد کن میں متعین تھا۔
ڈاکٹر برنیر	"	فرانسیسی ڈاکٹر تھا بطور یاسی کے ہندوستان میں ملازمت ہو کر اخیر عہد شاہجہان میں طبیبوں کے ذیل میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا۔ تھوڑی مدت بعد نواب دانشمند خاں وزیر خارجہ۔ شہنشاہ عالمگیر نے اپنی سرکار میں تبدیل کر لیا اور تین سو ساٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کر دی آٹھ برس تک یہ ڈاکٹر صاحب سلطنت مغلیہ کے

نام	عہد	مختصر حالات
معمد الملک حکیم علوی خاں	محمد شاہ	ننگر پارہ ہے انہوں نے اپنا سفر نامہ بھی لکھا ہے جس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ سید محمد ہاشم علوی خاں نام تھا سید عبدالہادی کر بیٹے تھے محمد شاہ کے وقت میں ایران سے ہندوستان میں دار ہر کر زمرہ اطباء کے پایہ تخت شاہی میں داخل ہوئے معمدا الملک محمد شفائی خاں خطاب پایا طب میں بنی قیصر وقت تھے کتاب جلیع الجوامع ان کی تصنیف سے ہے ۱۱۶۱ھ میں رحلت کی۔ چو سال رحلت علوی جہیم گفٹ ہاٹف طبابت از جہاں رفت تاریخ وفات ہے۔
حکیم قوام الدین خاں (محمد مرشد)	"	طب میں حکیم علوی خاں کے شاگرد اور دارالشفاء دہلی کے مہتمم تھے۔
یہ ایک مختصر فہرست حکماء سلطنت مغلیہ کی ہے۔ ورنہ اس عہد میں صیف طبابت کو اس قدر وسعت تھی کہ بہاد شاہ کے عہد میں سیکڑوں ہزاروں طبیب لازم تھے۔ اس فہرست میں عوام کا تو کیا ذکر مشہور و معروف طبیبوں مثل حکیم قوام الدین قمری اکبری - شیخ حسن مقرب خاں جہانگیری - شیخ قاسم جہانگیری - حکیم علم الدین وزیر خاں شاہجہانی - حکیم میر عبد اللہ شاہجہانی - حکیم ضیاء الدین شاہجہانی - حکیم عبداللہ گیلانی - حکیم محمد صالح و حکیم		

محمد محسن و حکیم محمد مدنی و حکیم مصوم خاں و حکیم محمد شفیع و حکیم محمد رضا و حکیم محمد امین عالمگیری
وغیرہ کے حالات کو بھی بخوبی طوالت قلم انداز کر دیا گیا ہے۔

باب سوم

سٹرکین ہریانس - نہیں پتل تالاب - باولیان وغیرہ

ہندوستان کے کسی مورخ نے فیروز شاہ تغلق کے عہد سے پہلے امورات رفاہ عام
کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف شمس الدین التمش کے اس تالاب کا پتہ چلتا ہے
جو اس نے دہلی میں بنایا تھا۔ اخیر سرور نے اپنی شہزادی قرآن السعدین میں اس تالاب
کی بہت تعریف کی ہے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس تالاب کا طول دو میل اور
عرض ایک میل ہے اور تمام شہر کے لوگ اس کا پانی استعمال کرتے ہیں۔

اسی سیاح کے سفر نامہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محمد شاہ تغلق کے عہد میں ہندوستان
میں بہت سی سٹرکیں موجود تھیں جن کے دونوں طرف درخت لگے تھے اور منزلوں پر
آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ چنانچہ دہلی سے دولت آباد کے سفر کے حال میں لکھتا
ہے کہ سٹرک پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک دور و یہ تمام درخت ہی
درخت ہیں اور مسافر کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک باغ میں جا رہا ہے۔ علاوہ اس
کے ہر تین میل کے فاصلے پر ایک آرام گاہ ہے جو پادہ قاصدوں کے لئے منزل کا کام
دیتی ہے اور اگر لوگ بھی آباد ہیں سہ منزل پر بادشاہ کے واسطے ایک مکان بنا ہوا ہے
جس میں اس کو شان و درتہ کے موافق کمرے ہیں۔ دیگر مسافر بھی وہیں آتے ہیں اس لئے

دارالشفاء دہلی

مسلک شہر

میں مسافر کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اپنے ساتھ زور اراہ لے۔
دہلی سے ملتان تک کے سفر کے حال میں لکھا ہے کہ دہلی سے ملتان تک پچاس
دن کا سفر ہے مگر ڈاک کا انتظام ایسا ہے کہ پانچ روز میں خط پہنچ جاتا ہے۔ ہر کارے اور ہوا
ڈاک پہنچاتے ہیں۔ میل کے ایک ایک ٹکٹ پر گاؤں آباد ہیں اور گاؤں کے باہر ہر گاؤں
کے بیٹھنے کی چڑیاں بنی ہوئی ہیں۔

فیروز شاہ تغلق کا زمانہ رفاہ عام کے کاموں میں اس عہد تک کے سب بادشاہوں کے
زمانہ سے ممتاز ہے۔ اس نے اپنے عہد میں سب ذیل رفاہ عام کے کام کئے۔ نہریں
اور تالاب۔ مسجدیں۔ مدرسے۔ خانقاہیں۔ کوشک۔ شفا خانے۔ مقبرے۔ حمام
کنوے۔ پل۔ باغات۔ بے شمار ان کے اخراجات کے واسطے وقف نامہ تحریر کئے
۵۵۰ میں دہلی کے قریب اپنے تعمیر کئے ہوئے شہر فیروز آباد میں جہاں سے ایک فخر
گندوانی ۵۵۰ میں دریائے ستلج سے جہاز تک بہہ کوس کی ایک ہزار نوک و والی ۵۵۰
میں کوہ مندوی اور سر مور کے پاس سے جنگلی ایک نہر نکالی اور سات نہریں اور اس میں
لاکر انسی کو اور وہاں سے اس کو لیکھا اور وہاں ایک قلعہ حصار فیروز کے نام سے تعمیر کرایا۔
اور اس کے نیچے ایک بڑا حوض بنوایا جس میں نہر سے پانی اٹھا تھا۔ اور ایک نہر کمرے
دکا لکر سرستی کے قلعہ کے نیچے تک اور پھر وہاں سے ہرئی کٹرہ تک پہنچائی۔ اور ایک نہر
جہاں سے نکال کر فیروز آباد کے تالاب میں ڈالی۔

۶۲ میں بادشاہ نہر سلیم کے ملاحظہ کے واسطے لکھو۔ یہ نہر ایک ریتی کے نیلیوں
سے نکال کر ستلج میں گرتی تھی اسی کو سرستی ہی کہتے تھے۔ اور اس کے برابر ہی ایک دوسری
نہر جاری تھی۔ ایک بہت بڑا پشتہ ان دونوں نہروں کے درمیان میں حائل تھا اگر وہ نہ جلتا

فیروز شاہ تغلق کے
زمانہ رفاہ عام کے کام

نہر

تو سرستی کا پانی دوسری نہر میں ہو کر نہر اور منصور پور اور سامانی کی طرف جاری ہو جاتا۔ بادشاہ
نے اس موقع کو ملاحظہ کر کے حکم دیا کہ پچاس ہزار جیلدار جمع ہو کر اس ٹیلے کو گود ڈالیں۔ کام
شروع ہو گیا لیکن بعد کو ایسے واقعات پیش آئے کہ یہ کام اختتام کو نہ پہنچا ان نہروں
سے تمام ویران زمینیں آباد ہو گئیں۔ فیروز شاہ نے بہت سے نئے دیہات بھی آباد
کئے۔ اس کے وقت میں کاشتکاروں کی حالت بہت اچھی تھی۔ غلام مال و اسباب اور
مروثی سب کے گھروں میں بہرے ہوئے تھے۔ ہر ایک گھریں سونا چاندی و افراط
سے موجود تھا۔ غرض کہ تمام رعیت شاد اور چاروں طرف کا ملک شاداب اور سودا گروں
سے آباد تھا۔

فیروز شاہ

فیروز شاہ نے بہت سی عجیب چیزیں ایجاد کی تھیں۔ ان میں ایک طاس گہریال
تھا جس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا۔

ہر ساعتی کہ برادر شطاس میز نشین نقصان عمر سے شود آں یاد میدہند
نمازوں کے اوقات۔ روزہ کو لے کا وقت۔ سائے کا حال۔ دن رات کے گھٹنے
بڑھنے کا حال اس سے معلوم ہوتا تھا۔ قیروز آباد میں یہ گہریال لگایا گیا تھا اور شہر
روز اس کے دیکھنے کے لئے خلایق کا ہجوم رہتا تھا۔

فیروز شاہ کی عجیب
و غریب چیزیں

شیر شاہ سور نے اپنے مختصر عہد سلطنت میں جس قدر رفاہ عام کے کام انجام دیے
اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنے ممالک محروسہ میں حسب ذیل
چار بڑی سرکاری چیزیں بنوائیں۔

(۱) قلعہ رہتاس گدہ (پنجاب) سے ستار گاؤں (بنگال) تک چار مہینے کا راستہ تھا۔
(۲) اگر کہ سے برہان پور (کن) تک

(۳۳) اگر کسی جو سپہ سالار اور چھوڑ ہو

(۳۴) لاہور سے ملتان تک

ان سڑکوں پر دو طرفہ میوہ دار درخت سائے کے لئے لگائے گئے گوس گوس پر ایک ایک
سرا ایک ایک مسجد ایک ایک کنواں بنوایا۔ ہر مسجد میں ایک موزن ایک امام کو تعینا
کیا۔ مسافروں کے کمانے پکانے اور خدمت کے لئے ایک ہندو ایک مسلمان ملازم
کو ہر سرا میں متعین کیا۔ سب سڑکوں پر سترہ سرا میں تعمیر ہوئیں۔ ہر سرا میں ہندو
مسلمانوں کے رہنے کے واسطے جدا جدا مکان تیار ہوئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ ہر سرا
میں جو مسافر آکر اترتا حسب حیثیت کمانے پینے کا سامان اور پوشی کے واسطے داتا چارہ
صفت سرکار شاہی سے پاتا تھا۔ ہر سرا میں ایک جمعہ دار اور چند چوکیدار مسافروں کے
اسباب کی حفاظت کے واسطے متعین تھے انتظام کا یہ عالم تھا کہ ایک بڑا ہواشرفیوں کا
طابق ہاتھ میں لئے ہوئے جہاں چاہے چلی جاوے۔ چوریاں کو تیرے کی مجال نہ تھی کہ
انکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ شیر شاہ نے ان سراؤں کے اخراجات کے واسطے بہت سے
دیہات وقت کر دئے تھے۔

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا اس نے باپ کے وقت کے تمام
رفاہ عام کے کاموں کو جاری رکھا اور نہایت دریاعی سے خود ہی ہاتھ میں اضافہ کیا۔ چنانچہ
اس نے شیر شاہ کے عہد کی دو سراؤں کے درمیان میں ایک ایک سرا سے اور تعمیر
کرائی۔ اور شیر شاہی سراؤں کے مطابق ان میں بھی مسافروں کی ہر قسم کی آسائش کا انتظام
کیا۔

اکبر جہانگیر جہاں شاہجہاں۔ عالمگیر کے عہد میں سیکڑوں ہزاروں سڑکیں۔ نہریں۔ پل

شیر شاہ کی تعمیر

سلیم شاہ کی تعمیر
رفاہ عام کا کام

سرا میں تعمیر ہوئیں کہ جن کی آج مکمل فہرست پیش کرنا ناممکنات سے ہے۔ ڈاکٹر برنیر
صاحب اپنے سفر نامہ میں بنگالے کے حال میں لکھتے ہیں تگر اس ملک کی خوشنالی
کو بیان کرتے ہوئے اس بات کو بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ اس ملک میں جو دریائے گنگا
کے دونوں طرف راج محل سے سمندر تک قریب تین سو میل کے ہے بیشمار نہریں ہیں جو
دریائے گنگا سے بڑی محنت کے ساتھ اس لئے کافی گئی ہیں کہ تجارت کے مال کے
لیجائے میں آسانی ہو اور گنگا کا پانی جس کو ہندوستانی تمام پانیوں سے اچھا سمجھتے ہیں مختلف
ثقافات میں پہنچ سکے ان نہروں کے دونوں طرف قصبے اور گاؤں آباد ہیں جن میں
ہندوؤں کی بہت گنجائش آبادی ہے اور چالچل اور نیشکر۔ اور غلہ اور بہت قسم کے ساک بات
اور سرسوں اور تل کے بڑے بڑے کھیت مہجور ہیں۔

اکبر نے پنجاب میں سلطان پور کے دربار میں ہزار روپیہ کے صرف سے ابو الفضل
کے اہتمام سے ایک پل بنوایا تھا۔ سترہ جلوس میں جب جہانگیر کا گذر اس پل سے ہوا
تو معزز الملک جالگیر دارنگہ درگاہ کو حکم دیا کہ پل کے قریب ایک خوبصورت عمارت اور باغ تعمیر
کرائے تاکہ آگے جانے والے وہاں کی سیر سے محظوظ ہوں۔

جہانگیر کو رفاہ عام کے کاموں سے طبعی لگاؤ تھا۔ اس نے تخت نشین ہو کر سب سے پہلے
جو بارہ احکام صادر کئے ان میں زیادہ تر رفاہ عام کے لئے ہیں۔ ایک حکم سراؤں اور
کنوؤں کی تعمیر کے متعلق ہے۔ ایک حکم لاوارثی مال کے نسبت ہے کہ اس کی آمدنی
سے نئی مسجدیں۔ سراں۔ تالاب۔ کنوئیں۔ پل بنائے جاویں اور پورائے ملکی حرمت
ہوتی رہے۔

سترہ جلوس میں جہانگیر نے پانچ ہزار روپیہ کے صرف سے بابا حسن ابدال میں ایک

کی عمارتیں تعمیر کرائیں چنانچہ اکبر کے عہد میں خانخاناں منعم خان نے ۹۵۵ھ میں دریائے گومتی پر مقام جو پورہ عالی شان اور مضبوط پل باندھا جو دوسرا ہے تین سو برس گزر جانے کے اب تک جوں کا توں موجود ہے۔ اور اس کی طرز عمارت اور تراش کی خوبیاں ہندوستان کے قدیم فن تعمیر کی شان و شکوہ کو بڑھاتی ہیں۔ اور سیاحان عالم سے داولیتی ہیں یہ پل خانخاناں کے غلام میاں فہیم کے استقام سے بنایا گیا پل مذکور کے جانب مشرق حمام کے پاس ایک محراب پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

خانخاناں، خان منعم اقتدار	بستہ اس پل رابہ توفیق کریم
نام او منعم ازاں آمدگہست	برضالایق ہم کریم و ہم حسیم
انصر اطالستقیمش ظاہرست	شاہ راسے سوے جہات انیم
وہ بتاریخش برمی گرافکنی	لفظ بدر از صراط مستقیم

انہیں خانخاناں نے بابوشاہ کے حکم سے اس پل کی تعمیر سے پہلے پل سے دکن کی جانب میں نہایت سستی کم اور عالی شان پانچ محراب کا ایک پل بنایا تھا اس کی تاریخ بھی کسی شخص نے لکھی تھی اب عبور زاد سے حروف مٹ گئے ہیں۔ وہ تاریخ یہ ہے۔

مقامے ساخت سلطان السلطین	سرشت آب خاکش از مست
یہ عشرت کامراں بادا کہ آمد	در او قبلہ ارباب حاجت
الہی تاقیامت باد معور	ازیں بانی بنا سے عمر دولت
چو ازیر خود تاریخ آں جست	حکیم پر خرد گفتا بہ عشرت

اسی طرح اکبر کے عہد ۹۵۹ھ میں ملا نور الدین نے نہر شہنوائی کندوائی تھی۔ عالمگیر کے عہد میں نواب کمال خاں سادسی نے جو جالور اب ریاست جوہپور میں

نوٹ۔ جوہپور کے دیگر نلوں کا حال ضمیمہ میں دیکھو۔

ہے کے نام تھے سخاوت و قیاضی اور فہام کے کاموں میں ایسا نام یہ لکھا کہ آج تک جالور سا پور اور جھین مال کے بچے بچے کی زبان پر ان کا نام نیک نامی کے ساتھ چڑھا ہوا ہے۔ ان کے نام کی زیادہ تر شہرت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے سانگلی نام مذہبی سے جو قصبہ ہمیں مال سے چار پانچ گوس دکن کی جانب بہتی ہے ایک نہر کندہ کرانی سر تالاب میں جو قصبہ مذکور کے پاس بہت بڑا تالاب ہے ڈال دی تھی جس سے رعایا کو بہت آرام ہو گیا۔ نواب صاحب موصوف کے اس کا رخ کر تعریف میں چند ہی دہائی تک زبان زد خاص و عام ہے۔ دو ہا

سانگلی گنگا سار کی
بہل آئی بہن مال
کے آوے کرتار سے
کے لایو خان کمال
یعنی سانگلی جوش گنگا کے ہے بہن مال میں خوب لائی گئی۔ یہ بات خود اسے اتی یا کمال خاں لایا۔

نورجہاں بیگم نے مسافروں کے آرام کیو اسے لکھی بڑی بڑی سرائیں بنوائی تھیں جنہیں سودو بہت مشہور ہیں ایک قصبہ نور محل دچناب کی۔ دوسری موضع سراو نور محل تحصیل اعتماد پور ضلع لکھنؤ کی قصبہ نور محل کی سرسے شاخوں میں بنایا گیا ہے اس کا قریب ایک خانقاہ باغ بھی لگا گیا تھا موضع سراو نور محل کی سرسے کے پاس ایک پختہ تالاب بھی تھا۔ جسے کشتانات اب تک موجود ہیں۔

جہاں الہا بیگم بنت شاہجہاں نے دہلی میں ایک نہایت عالی شان کارواں سرا بنوائی تھی مڈا لکھنؤ پر بننے سے سفر نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ جہاں مسجد دہلی کے بعد دوسری قابل الذکر عمارت وہ کارواں سرا ہے جو شاہجہاں کی بڑی بیٹی

سودو محل

جہاں الہا بیگم کی کارواں سرا

معروف بیگم صاحبہ نے بنوائی تھی۔ یہ چارے پلیں اکل کی طرح ایک بڑی اور محراب دار مربع عمارت ہے جس میں برابر برابر کوٹھریاں اور ان کے آگے علیحدہ علیحدہ پرآمد ہیں۔ یہ دو منزلی ہے اور جیسے علیحدہ علیحدہ کوٹھریاں اور پرآمد سے نیچے ہیں ویسے ہی اوپر کی منزل میں بھی ہیں۔ ایرانی۔ تورانی اور پرادیسی وہ متمند تاج حفاظت کی جگہ سمجھ کر اس میں انگر ٹھیرتے ہیں۔ کاش پیرس (فرانس) میں بھی دس بس جگہ ایسی عمارتیں ہوتیں تاکہ پرادیسی آدمیوں کو وہاں پہنچنے ہی محفوظ اور معقول مکان کے حاصل کرنے میں اس قدر حیرانی نہ ہوتی جس قدر کہ اب ہوتی ہے۔

شاہان مغلیہ کے عہد کی رفاد عام عمارتوں کا اندازہ اس مختصر بیان سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دہلی۔ اگرہ اور ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں سرانیں۔ کنوئیں۔ باولیاں۔ پل۔ تالاب وغیرہ کے نشانات اب تک موجود ہیں لیکن چونکہ ان کے حالات خاص طور سے کبھی قلمبند نہیں کئے گئے لہذا آج ہم ہی ان کی صحیح تاریخی حالات تحریر کرنے سے معذور ہیں۔

علمی زمانہ دایان صوبہ مالوہ نے اپنے ممالک محروسہ میں بہت سی نہریں۔ سرانیں۔ تالاب۔ باولیاں وغیرہ بنوائی تھیں۔ صرف شہر ماٹو میں جو ان کا دار الحکومت تھا اور اب ویران پڑا ہے سو تالاب سے زیادہ اس وقت تک موجود ہیں۔ زمانہ حال کا ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ یہ پختہ تالاب پچاس لاکھ روپے سے زیادہ لاگت میں تیار ہوئے ہونگے۔ بہت سی سرانوں۔ باولیوں وغیرہ کے نشانات بھی اس وقت تک موجود ہیں۔ منجملہ ان کے ایک چمپا باولی ہے جس کے چاروں طرف زمیں میں بہ منزلہ اور چار منزلہ اتنی وسیع عمارت زیر زمین ہے کہ اس میں تیس چار ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اس

فردیادان مسجد بادک
خانہ عامہ حیاتین

بادلی کی عمارت ایسی خوبصورت ہے کہ شاید دنیا میں کسی جگہ ایسی خوبصورت باولی نہ ہوگی۔ سرانوں میں ایک مکی محل سرانی ہوئی تھی جس میں صرف ایک معتقلہ کے سوا فراتر تھے۔ اس کا صرف ایک دالان باقی رہ گیا ہے۔ اعظم مہایوں کی مسجد کے پاس بھی ایک بہت بڑی پختہ سرانہ بنی ہوئی ہے اسی کے پاس ایک عظیم الشان امام باڑہ تھا جو مندم ہو گیا صرف سبیل خانہ کا دالان باقی رہ گیا ہے اور اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ ”م ابے پوریا حسین اور توڑی دور کے بعد بھاڑ کے نشیب میں ایک سنگین اور نہایت پر فضا مکان ہے اس میں جا بجا سے پانی بھرتا ہے اور حوضوں میں زخم ہوتا ہے۔ اور اس پر یہ بیت کندہ ہے۔“

تو اس گردن تمامی عمر را مصروف آب گل کہ شاید یکدے صاحب لے اینجا کند منزل

اس بیت کے نیچے ”منظر خاں“ ۹۸۲ء کندہ ہے۔ اور ایک سمت پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے۔ ”۱۰۲۷ء موافق ۱۶۱۸ء اعلیٰ حضرت جہاں پناہ فلک باگاہ ظل اللہ اکبر شاہ متوجہ فتح دکن ہوؤند با نیجا عبور افتاد۔“

تلکے کوئی بچہ سرخ شد خاؤ ما خند بھاؤ بردل دیواؤ ما
زافسانہ دیگر اراں بیاعتد گیر زان پیش کہ بشنود افسانہ ما

اور ایک جانب یہ عبارت کندہ ہے۔ ”در ۱۰۲۷ء حضرت اکبر شاہ فتح دکن دغاندیس نمودہ مراجعت فرمود۔“

دیدم خندے نشستہ در دمت پگاہ برنگہ مقبورہ نوشیر دال شاہ
فریاد گناں ز روئے عبرت میگفت کوآں ہمہ خمت و منال داک ہمہ جاہ
خودہ فی شاہ الدلی بیجا پورے ۱۰۲۷ء میں افضل خاں کے اہتمام سے بیگم تالاب

مید عاقل شاہ
بیجا پورے

تالاب سے ایک نہر کھدوائی تھی جو قلعہ کے اندر تک گئی اور جس سے پیرا پور میں بہت رونق ہو گئی۔

سلطان ذہین العابدین والئی کشمیر نے اپنے عہد سلطنت میں ملک کشمیر میں اس قدر نہریں تیار کرائیں کہ کوئی زمین بے آب و زراعت باقی نہ رہی۔ اس کے علاوہ تمام دریاؤں اور نہروں پر پل تعمیر کرائے۔

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی نے احمد آباد کے پاس موضع کلاریہ میں ایک عظیم الشان تالاب پختہ بنوایا تھا۔ درمیان تالاب کے ایک نفیس عمارت اور خوشنما باغ واقع تھا۔ تالاب کے چاروں طرف عمارت اور باغ میں جانے کے واسطے پل بنائے گئے تھے۔ سلاخوں میں جب جہانگیر گجرات تشریف لے گئے۔ صفی خاں بخشی گجرات نے اس کی مرمت کرائی تھی اور کچھ جدید عمارت بھی بنوائی تھی۔ اور جہانگیر نے تالاب کے کنارے مقام کے اس کی سیر کی تھی۔

نواب محمد خاں بنگش نے ۱۱۲۶ھ میں جب شہر فرخ آباد فرخ سیر کے نام پر آباد کیا تو منجرا و دیگر عمارت کے ساتھ دروازوں پر سات سرائیں بنوائیں تاکہ جس طرف سے مسافر آوے عہدہ آرام کی جگہ پاوے۔ مگر دروازے کے قریب بی بی صاحبہ زوجہ نواب محمد خاں نے ایک عظیم الشان سرا تعمیر کرائی۔ مگر دروازے پر نواب مظفر جنگ نے ایک سرا بنوائی تھی۔

نواب محمد خاں کے غلام یا قوت خاں نے جو خان بہادر کے خطاب سے موصوف تھا ۱۱۵۲ھ میں اپنے آباد کئے ہوئے قصبہ خدا گنج درگہ بہو چور ضلع فرخ آباد میں ایک

تاریخ فرخ۔

بہت بڑی پختہ سرا بنوائی تھی جس میں ایک مسجد بھی واقع تھی۔ اسی طرح اپنے دوسرے آباد کئے ہوئے قصبہ یا قوت گنج درگہ بہو چور ضلع فرخ آباد میں بھی ایک پختہ سرا تعمیر کرائی تھی۔

نواب احمد خاں والئی فرخ آباد کے چلیا اعظم جنگ محمد داکم خاں بہادر نے وسط شہر فرخ آباد میں ایک پختہ پل اور مگر دروازہ کے پہاگ پر ایک بادی معینہ کی بنوائی تھی مسٹر ولیم آرون صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ یہ پل پل پختہ کے نام سے مشہور ہے اور باوجود کثیر آمد و رفت اور تجارت کے شراشی برس تک باقی رہا۔ بادی بہر مرست ہے مگر بہت زمو جو ہے۔

نواب منتظم الدولہ حکیم ممدی علی خاں نے جو امرے سرکاراودہ سے تھے بہت سے پل اور سرائیں تعمیر کرائیں اور ان کی مرمت کے واسطے زمینیں وقف کی تھیں مجھے مقامی تحقیقات سے ان کے حسب ذیل پلوں کا پتہ معلوم ہوا ہے۔ ہر پل کو پاس پختہ سرا تعمیر کی گئی تھی۔

شاہجہاں پور میں دریائے کھنوت کا پل۔ قنوج سے تین چار کوس پر کالی ندی کا پل۔ خاص میں پوری میں عیسیٰ ندی کا پل قصبہ بیور ضلع میں پوری کے قریب کالی ندی کا پل۔

ان کے علاوہ ان کے بنائے ہوئے اور بھی پل تھے جاتے ہیں مگر مجھے ان کا پتہ نہیں معلوم ہو سکا شاہجہاں پور کا پل اور سرا میں نے خود دیکھی ہے۔ یہ اب میونسپلٹی کے متعلق ہے۔ اور سرا کے دروازہ پر انگریزی اور اردو میں حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

شاہجہاں پور کا پل بادی

حکیم ممدی علی خاں کا پل

سری پور کا پل

حکیم

فرخ آباد کا پل

فرخ آباد کا پل

یہ سراسر ایک بختہ تعمیر کردہ عرصہ پچاس برس نواب مشکم الدولہ بہادر حکیم ممدی علیخان
جس کو نواب مرزائی حکیم صاحبہ دار شدہ ان کی نے منع آراضی و دو کلمات پیش سراسر
اور وجہ مصارف و سیر صرف ہمت و رائے ستر بارٹ جارج کر لیا صاحب بہادر ملک
و مجسٹریٹ ضلع بطیب خاطر میں نیپلیٹی شہر شایمان پور کو واقع تاریخ ۱۴ جنوری ۱۸۷۷ء
میں کیا بغرض بقائے نام نواب ممدوح بہ قایمی سراسر و پل مذکور اور چیتیت موجودہ

باجبہارم لنگرخانے خیرات خانے

ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بہت سے لنگرخانے اور خیرات خانے
جاری تھے جن سے روزانہ غریب اور مساکین کو کچا پکا کانا ملا کرتا تھا لیکن چونکہ مورخین ہند
نے اس قسم کے واقعات کو ایک معمولی بات سمجھ کر قلم اندہ کر دیا ہے لہذا ہم ان کے
مفصل اور عہد و احوالات بیان کرنے سے عاجز ہیں اور جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ یہ ناظرین
کرتے ہیں۔

ابتداء میں خائفانہوں اور بڑی بڑی مسجدوں میں لنگرخانے جاری ہوا کرتے تھے۔
شیر شاہ سور نے لنگرخانوں کے واسطے علیحدہ عمارتیں تعمیر کرائیں لنگرخانے جاری کئے۔
ان لنگرخانوں میں محتاجوں کو نہایت لذت کمانے ملتے تھے کل لنگرخانوں کا خرچہ پانچ سو
اشرفی روز کا تھا۔ ان کے علاوہ اندھے لنگرے۔ لوہے ضعیف۔ مرغی اور بڑے
تاریخ ہندوستان میں لنگرخانوں کا تذکرہ

شیر شاہ سور لنگرخانے

عورتوں کے جو لنگرخانوں میں نہیں جاسکتے تھے نقد و عطیہ مقرر تھے اور وہ اسی مقام پر
جہاں وہ رہتے تھے انہیں ملا کرتے تھے۔

سلیم شاہ سور نے شیر شاہ کے عہد کے سب خیراتی اور فادہ عام کے کاموں کو بدستور جاری
رکھا۔ اور اپنی اور باپ کے عہد کی سرائوں میں ایک ایک خیرات خانہ اور جاری کیا۔ جس میں
فقیروں اور محتاجوں کو ہر روز اتنا کانا ملا کرتا تھا کہ جو پورے طور سے ان کے واسطے کافی ہوتا تھا
شیر شاہ کے عہد سے تمام سرائوں میں ہندو مسلمان۔ امیر غریب سب مسافروں کو کچا پکا کانا
سرکار شاہی سے ملا کرتا تھا وہ ان خیرات خانوں کے علاوہ تھا۔ اسے ہی سلیم شاہ بدستور
جاری رکھا۔

۹۹ء میں شہنشاہ اکبر نے شہروں اور منٹروں میں دو دو مکان تعمیر کرائے۔ جہاں
ہندو اور مسلمان فقیروں کے واسطے لنگرخانے جاری کئے گئے۔ مسلمانوں کے
مکان کا نام خیر پورہ اور ہندوؤں کے مکان کا نام دہرم پورہ رکھا گیا۔ اس کا کل اہتمام ابوالفضل
کے سپرد تھا۔

جب اکبر آباد کے دہرم پورہ میں ہندو جوگی کثرت سے آنے لگے تو اکبر نے ان کو واسطے
ایک علیحدہ مکان بنوا کر اس کا نام جوگی پورہ رکھا۔

جہانگیر نے ۱۰۷ء میں ۱۰۷ء ذیقعد ۱۰۷۲ء کو حکم دیا کہ مالک محمد و س کے تمام ٹپے
بڑے شہروں مثل احمد آباد۔ الہ آباد۔ لاہور۔ اگرہ۔ دہلی وغیرہ میں لنگرخانے جاری کئے
جائیں۔ چھ مقامات پر پہلے سے لنگرخانے جاری تھے جو بیس مقامات پر اور جاری
کئے گئے۔

۱۰۷ء تاریخ ہندوستان میں لنگرخانوں کا تذکرہ ۱۰۷ء۔ ترک جہانگیری صفحہ ۱۰۷ء۔

سلیم شاہ سور لنگرخانے

خیر پورہ دہرم پورہ

جوگی پورہ

جہانگیر عہد لنگرخانے

شاہجہاں کے عہد میں سن ۱۰۴۷ھ میں دکن اور گجرات میں بوجہ بارش نہ ہونے کے سخت قحط پڑا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ علاوہ معمولی لشکر خانوں کے پربان پور۔ احمد آباد۔ سورت وغیرہ میں اور لشکر خانے جاری کئے جائیں اور ان میں اس قدر کھانا تقسیم ہوا کہ سب بہو کوں کا پیٹ بھر جاوے۔ جو شریف لوگ لشکر خانوں میں جانا پسند نہ کرتے تھے ان میں مختلف ایام میں ایک لاکھ روپیہ پربان پور میں اور پچاس ہزار روپیہ احمد آباد میں جہاں قحط زیادہ تھا تقسیم کیا گیا۔ شتر لاکھ روپیہ جیالات خالصہ کی مالگاری کا معاف کیا گیا جو جو کل مالک محروسہ کے جیالات خالصہ کی مالگاری کا گیا رہا جس حصہ تھا۔

۵۵۔ عہد میں بارش کی کمی سے پنجاب میں قحط پڑ گیا۔ شاہجہاں کے حکم پر پنجاب کے مختلف مقامات میں دس لشکر خانے جاری ہوئے۔ ہر ایک سے دو سو روپیہ روزانہ کی خوراک مسلمانوں کو پکی پکانی اور ہندوؤں کو بذریعہ جنس خام تقسیم ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار روپیہ ان سفید پوش و ضعیفوں میں تقسیم کیا گیا۔ جو لشکر خانوں میں نہیں جاسکتے تھے۔

سلطان مغلیہ کے عہد کے تمام لشکر خانے محمد شاہ کے عہد تک برابر جاری رہے۔ اکثر امر نے اپنی طرف سے لشکر خانے جاری کر رکھے تھے۔ اگر وہ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ وہاں ہر کوچہ میں لشکر خانے جاری تھے اور محتاجوں اور غریبوں کو ان سے عام فیض پہنچا تھا۔

اس موقع پر اگر سلطان مغلیہ کے مشہور تاجداروں اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ عالمگیر کی

۱۔ بادشاہ نامہ علامہ محمد۔ جلد اول صفحہ ۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-۱۷۳۱-۱۷۳۲-۱۷۳۳-۱۷۳۴-۱۷۳۵-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۱۷۳۹-۱۷۴۰-۱۷۴۱-۱۷۴۲-۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵-۱۷۴۶-۱۷۴۷-۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰-۱۷۵۱-۱۷۵۲-۱۷۵۳-۱۷۵۴-۱۷۵۵-۱۷۵۶-۱۷۵۷-۱۷۵۸-۱۷۵۹-۱۷۶۰-۱۷۶۱-۱۷۶۲-۱۷۶۳-۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶-۱۷۶۷-۱۷۶۸-۱۷۶۹-۱۷۷۰-۱۷۷۱-۱۷۷۲-۱۷۷۳-۱۷۷۴-۱۷۷۵-۱۷۷۶-۱۷۷۷-۱۷۷۸-۱۷۷۹-۱۷۸۰-۱۷۸۱-۱۷۸۲-۱۷۸۳-۱۷۸۴-۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۷-۱۷۸۸-۱۷۸۹-۱۷۹۰-۱۷۹۱-۱۷۹۲-۱۷۹۳-۱۷۹۴-۱۷۹۵-۱۷۹۶-۱۷۹۷-۱۷۹۸-۱۷۹

اور احتیاج کے پیادے مدتوں تک آتے اور دلوں کی پیاس بجھاتے رہے۔ صاحب
دربار اکبری لکھتے ہیں کہ تیس نے ایک پڑائی تصویر دیکھی۔ اگر اس تالاب کے کنارے پر
بیٹھیں۔ بیربل وغیرہ چند احرار حاضر ہیں۔ کچھ مرد کچھ عورتیں۔ کچھ لڑکیاں پنہاریوں کی
طرح اسمیں سے گھرے بھر بھر کر لئے جاتی ہیں۔

جہانگیر کو خیرات کا بہت شوق تھا۔ سلسلہ جلوس میں عید کے دن میر جمال الدین حسین
میراں صدر جموں میر محمد رضائی سبزواری۔ کو ایک ایک لاکھ دام اور دوست محمد شاہ کو
اکٹی لاکھ دام دیئے کہ فقر اور ارباب احتیاج میں تقسیم کریں اور پانچ ہزار روپیہ شیخ محمد حسین جانی
کی خانقاہ کے فقیروں کے واسطے روانہ کئے اور حکم دیا کہ ہر روز ایک منصب واریچاس ہزار
دام (۴۰۰) دام ایک روپیہ کے فقر اور مساکین کو تقسیم کیا کرتے۔

جہانگیر نے قاعدہ مقرر کر رکھا تھا کہ رات کے وقت فقر اور ارباب احتیاج اس کے دروازے
پیش ہوا کریں۔ ان لوگوں کو حسب حیثیت وہ خود نقد خیرات اور جاگیر مرحمت کیا کرتا تھا۔
جلوس کے خاتمہ پر لکھتا ہے کہ اس سال پچیس ہزار روپے نقد۔ ایک لاکھ نوے ہزار میگہ
زمین۔ چودہ گاؤں فقر اور مساکین کو دیئے گئے۔ پانچ ہاتھ سے مرحمت کئے۔

سلسلہ جلوس میں جب گجرات کے دورہ پر تھا شیخ اسد اللہ غیسو شیخ وجیہ الدین۔ اور
شیخ احمد صد اور اکثر مشایخ اور ائمہ کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ فقر اور ارباب احتیاج کو دروازے
ڈھونڈ کر ملازمت میں لائیں تاکہ کوئی مستحق محروم نہ رہ جائے اسی خدمت پر چند عورتیں مقرر
ہوئیں کہ پیادوں اور عاجزوں کے حالات دریافت کر کے بادشاہ سے عرض کرتیں اور ان کے

۱۔ دیباکری صفحہ ۱۲۵ و تزک جہانگیری صفحہ ۲۶۔

۲۔ تزک جہانگیری صفحہ ۲۱۔ ۳۔ کتاب مذکور صفحہ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔

پاس زر نقد اور جاگیروں کی سندیں پہنچاتی تھیں۔ جہانگیر خود یہ حال لکھتا ہے۔ ہمگی بہت
مصرفت آں بود کہ چون بعد از سالہ امتثال من بادشاہ ہے۔ طالع فقرائے اس ملک آمدہ
باشد باید کہ بیچ احمدی محروم نماند حتی تعالیٰ شاہد است کہ درین غزیمت کو تا ہی نہ کروہ ام و
ہر وقت ازین شغل فارغ نبودہ ام۔ اگر چہ از آمدن احمد آباد اصل مخطوطہ شدہ ام غایتاً خاطر
حقیقت شناس را بایں خورسند دارم کہ آمدن من موجب فاقیت حال جمع کثیر از درویشان
شد و خلقے بنوارید۔

شاہ جموں نے تخت نشین ہو کر ایک لاکھ روپیہ سادات اور مشایخ اور فضلا اور صلی کو مرحمت
کئے۔ سلسلہ جلوس میں چار لاکھ میگہ زمیں اور ۱۲۰ گاؤں ارباب استحقاق کو جاگیر میں ملے۔
سلسلہ جلوس میں شاہ جموں نے حکم دیا کہ ہر سال ۲۷۔ حسب کی رات کو دس ہزار اور
۱۵ شعبان کی رات کو دس ہزار اور رمضان کے چھبیس تیس ہزار اور عشرہ محرم میں دس
ہزار اور ۱۲ ربیع الاول کی رات کو دس ہزار عید شہر ہزار روپے سال محتاجوں کو تقسیم ہوا
کریں۔

شہنشاہ عالمگیر نے پہلے جلوس میں حکم دیا کہ شاہ جموں کے عہد سے ۹ ہزار
روپے سال جو فقر میں تقسیم کئے جاتے ہیں بجائے اس کے آئندہ سے ایک لاکھ
چالیس ہزار روپے سال تقسیم ہوا کریں۔

اس کے علاوہ مسجدوں۔ خانقاہوں۔ مزارات اولیائے کرام کی نگہداشت کی واسطے
مذرات کے نام سے ایک خاص اور وسیع محکمہ قائم تھا اور تمام مذہبی اوقات اور جاگیر

۱۔ تزک جہانگیری صفحہ ۲۱۔ ۲۔ بادشاہ صفحہ ۲۵۹ جلد اول۔ ۳۔ بادشاہ صفحہ ۲۵۹ جلد اول۔

۴۔ عالمگیر نامہ مطبوعہ مطبعہ الہی صفحہ ۳۳۔

شاہ جموں کی خیرات

عالمگیر کی خیرات

جہانگیر کی خیرات

کا انتظام صدر الصدور یا صدر کے ذریعے ہوتا تھا۔ علما اور فضلاء اور مشائخ اور سادات اور دیگر ارباب استحقاق کو زرقہ اور اراضی مد و معاش اسی کی سفارش سے مرحمت ہوتی تھی۔
 داؤد شاہ بہمنی نے اپنے عہد (۶۹۹ لغایت ۷۹۹ھ) میں گلبرگہ بیدر۔ قصبہ ہار۔ پنج پور
 دولت آباد۔ جیول۔ وابل۔ اور دیگر بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں خیرات خانے اور
 یتیم خانے قائم کئے تھے۔ تمام یتیم خانوں میں لڑکوں کے پڑھانے کے واسطے معلمین کو
 مقرر کر کے ان کے اخراجات میں ان کے تمام ملک میں جس قدر اندھے تھے ان
 کے ایکے بیش و قرار و خلیفے مقرر کر دیے تھے کہ اکثر لوگ اپنے آپ کو عہد اندہا بنا کر ماہ
 ماہ خزانہ سے و خلیفے وصول کرتے تھے۔

برہان نظام شاہ نے قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک عظیم الشان لنگر خانہ تعمیر کرایا تھا۔ کئی
 گاؤں اس کے اخراجات کے واسطے وقف کئے تھے۔ ہر روز چاشت کے وقت اس
 لنگر خانے سے محتاجوں کو کھانا تقسیم ہوتا تھا۔

ابراہیم قطب شاہ والی گولکنڈہ نے گولکنڈہ میں ایک لنگر خانہ بنوایا تھا۔ جو وہاں کی
 مشہور عمارتوں میں شمار ہوتا تھا۔

محمد عادل شاہ والی بیجا پور کے عہد میں تمام بڑی بڑی مسجدوں اور مزارات پر لنگر خانے
 جاری تھے جن سے صبح و شام دونوں وقت غریب اور مساکین کو پکا پکایا کھانا ملا کرتا تھا۔
 ہندو محتاجوں کو حسب ذیل خشک غذا دی جاتی تھی۔

آٹا۔ چاول۔ دال۔ گہی۔ نقد مصالح اور لکڑی کی واسطے۔

سبیل ہی ان کے واسطے علیحدہ لگائی جاتی تھی جس میں برہمن پانی پلانیکے واسطے

۵۲ تاریخ روز

داؤد شاہ بہمنی کے
خیرات خانہ و یتیم خانہ

برہان نظام شاہ کا لنگر خانہ

ابراہیم قطب شاہ کا لنگر خانہ

محمد عادل شاہ کا لنگر خانہ

۵۱ مقرر ہوتا تھا۔

فرمانروایان مالوہ کے عہد میں تمام ملک میں لنگر خانے جاری تھے۔ مانڈو کے عظیم الشان
 لنگر خانے سے ہزاروں فقیروں اور محتاجوں کو روزانہ کھانا ملتا تھا۔ ہر شنگ شاہ کے مقبرے
 سے مغرب کی جانب اس لنگر خانے کی عظیم الشان عمارت کے نشانات اس وقت تک
 موجود ہیں۔

نوٹ۔ تاریخ کن جلد سوم۔ ۵۲ ترک افغانی صفحہ ۱۰۰۔

❦ ❦ ❦

شاہان مالوہ کا لنگر خانہ

ضمیمہ سلق صفحہ ۱۱

بقیہ حال پل جو پور

صاحب جو پور نامہ جو الہ تاج تھی تھر فرما ہے کہ تیس لاکھ روپیہ کھرب سے یہ منظر پل تعمیر ہوا تھا علاوہ اس قطعہ تاج کے جو پہلے لکھا جا چکا ہے یہ قطعہ پل کے اوپر مغرب کی جانب ایک پتھر پر کندہ ہے۔ قطعہ

زہے خان خاناں منعم کرباشہ	درش قبلہ دلسا آگاہ
پلے بست از سنگ بر روے دریا	کز مگنہ د اہل دل گاہ و بیگاہ
چو از فضل الیہ شد بستہ اس پل	از ان گشت تایخ او فضل الیہ

اس پل کو پراس الکر عمارتیں بنائی گئی تھیں جن میں ایک عالی شان حمام قابل ذکر ہے جو پل سے شمال کی جانب تعمیر کیا گیا تھا اس کے اخراجات کیواسے لکھی گاؤں پر گز جو پور کے وقت کئے گئے تھے۔ محمد شاہ کے اخیر عہد تک یہ حمام بخوبی آراستہ اور بارہوں میں گم ہوتا تھا اور ہر خاص عام غریب امیر لاکسی روک ٹوک کے اسمیں غسل کیواسے جاسکتا تھا۔ نواب سماعت خاں نے اپنے عہد میں حمام کے وقف کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک پل کی دوکانوں کے محصول اور کام وقت کی امداد سے یہ حمام جاری رہا اس کے بعد بالکل بند ہو گیا

پل جلال پور

یہ فوطاق کا پل جو پور سے چار کوس کے فاصلہ پر یا سیدی پور واقع ہے۔ اسے ۱۵۵۵ء میں جلال خان سپہ سلطان سکندر لودھی نے بنوایا تھا جب خانزمل نے اکبر سے بغاوت کی اور اوکا بھائی بہادر خاں جو پور کو لوٹ کر بھاگتا تھا ہی فوج کے قواقب کے خوف سے اس پل کو خراب کر دیا۔ اس کے بعد منعم خاں خان خاناں نے اس کو از سر نو تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے۔

پل بشن پور

یہ پل موضع بشن پور میں جو پور سے بجانب مغرب چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے دریا کی سستی پر بنایا گیا ہے۔ اسے شہر میں خواجہ دوست نے کرمصدا بنوایا ہے۔ پرگنہ گھسودہ کا جاگیردار اور منجانب میان فہم کے پل جو پور کی تعمیر کا متمم تھا تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قریب اور بھی نفیس عمارتیں بنائی گئی تھیں جن کے نشان اب تک موجود ہیں۔

پل نکسار

یہ پل نالہ نکسار پر موضع کشمیر میں جو پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے انہی خواجہ دوست نے جسکا ذکر اوپر ہوا بنوایا تھا۔ اب ٹوٹا پڑا ہے۔

پل نالہ لاڈلی پور

سلطان محمود شرقی کی بیگم بی بی راجی نے نہایت استحکام کے ساتھ پل تعمیر کرایا تھا۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں کسی وجہ سے توڑا دیا گیا۔

پل شیخ پھول

جو پور کے قریب نالہ برکتہ اور نالہ دہر موضع کوئٹہ مین ملتے ہیں۔ برسات کے موسم میں دونوں نالوں کی طغیانی کیوجہ سے شہر کے اکثر محلے ویران ہو جاتے تھے۔ اس پریشانی کے دور کرنے واسطے شہنشاہ بابر کے عہد میں شیخ پھول نے ایک بہت بڑا بند بندہوا کر ایک پل بندہوا دیا تھا۔ جو مدتوں قائم رہا۔ اب شاہ شہر برس سے شکستہ حالت میں ہے۔

التماس

ہمارے مطبع میں قسّم کی کتابیں عربی۔ اردو۔ فارسی اور ہندی کی خاص اہتمام اور صحت کیساتھ چھاپی جاتی ہیں جن صاحبوں کو ضرورت ہو منیجر سے خط و کتابت کر کے اجرت معلوم کر سکتے ہیں۔ مطبع نے اس بات کا ذمہ لیا ہے کہ عمدہ سے عمدہ کام نہایت ایمانداری کفایت شعاری و صفائی سے انجام پا جاوے اس کے علاوہ ہمارے ہاں تصاویر اور نقشہ کشی وغیرہ کا بھی ایک خاص انتظام ہے، نگین اور شہری روشنائی سے منقش اور مینا کار کا خمیائے خوشنما طریقہ سے چھاپا جاتا ہے۔

پایہ چاپان۔ باتصویر اگر آپ چاہیں تو ان کی طرز و بنا و شرت ان کے تمدنی حالات دیکھنا چاہئے۔ میں تو اس کتاب کو ضرور خریدیے جس میں موقع بہ موقع باشندگان چاپان کی تصاویر بھی درج ہیں قیمت آٹھ آنہ رعایتی چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

مینجر عزیز سی پریس و لپاڑہ اگر

حیات مختصر۔ ہندوستان کو شاہ سلف میں حضرت امیر خسرو دہلوی کی طبع خدا داد کچھ ایسی ہر دہاں اور ہر گزیر واقع ہوئی تھی کہ آپ جس ہنر و کمال کی طرف توجہ فرمائی اس میں قابل تعریف شہرت کیساتھ تمام سپرد کیا آپ کی شعر و کلامی شائیں مختلف علوم و فنون کے حصوں میں پہلی ہوئی ہیں۔ آپ کی سوانح عمری بڑی محنت اور عزیز سی کیسٹ چالیس کتابوں کے مضامین اخذ کر تالیف کی گئی ہے جس میں ولایت، مفاہات، شعر گوئی، ہندو رنجی، تصنیف و تالیف، محفل و جد و جہد و سماع کے مفصل حالات کے علاوہ فارسی، عربی، ہندی، گجراتی، کچھ و بھٹی، پرتگالی، ہندی،

منجملہ طرز ملنے کا پتہ منشی سعید احمد مارہروی ہمدان کلکتہ سی اگر